مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی ایمان افروز یادوں پر مشتمل سفرنامہ

عطائے حرمین

مع حج وعمرہ کا طریقہ
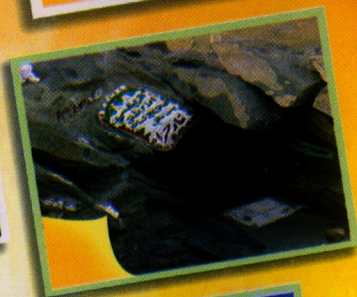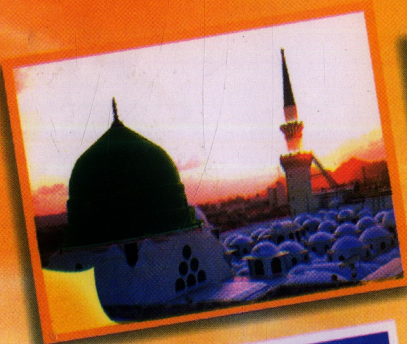
پروفیسر حافظ

محمد عطاء الرحمٰن قادری رضوی

مسلم کتابوی لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

وعلی آلک واصحابک یا حبیب اللہ

عشقِ نبی کا جب سے حاصل ہوا قرینہ

اک آنکھ میں ہے مکہ اک آنکھ میں مدینہ

سفرنامہ حرمین شریفین

عطائے حرمین

از: فاضل ذیشان، زائرِ حرمین شریفین

ادیب اہلسنت پروفیسر حافظ محمد عطاء الرحمٰن قادری رضوی

ناشر: مسلم کتابوی داتا دربار مارکیٹ لاہور

نام کتاب.......................عطائے حرمین

تالیف....................پروفیسر حافظ محمد عطاء الرحمٰن قادری رضوی

(ایم اے اسلامیات، ایجوکیشن، ڈپلومہ عربی)

کمپوزنگ......................محمد نوید قادری رضوی

(کمپوزر ماہنامہ رضائے مصطفیٰ گوجرانوالہ)

صفحات......................144

اشاعت اوّل......................ماہِ ذیشان رمضان ۱۴۳۶ھ

ہدیہ......................150 روپے

ملنے کے پتے:

☆ مسلم کتابوی داتا دربار مارکیٹ لاہور

☆ مکتبہ اعلیٰ حضرت داتا دربار مارکیٹ لاہور

☆ مکتبہ رضائے مصطفیٰ چوک دار السلام گوجرانوالہ

☆ جامع مسجد گلزار حبیب ای بلاک سبزہ زار ملتان روڈ، لاہور

فہرست

☆☆☆☆

انتساب

پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت، مخدومِ اہلسنّت، خلیفۂ حضور مفتیٔ اعظم ہند، خلیفۂ قطبِ مدینہ، فیض یافتۂ امیرِ ملّت، پروردۂ نگاہِ فقیہِ اعظم کوٹلوی، نائب محدث اعظم پاکستان، صادق الاقوال والاحوال، مخزن محاسن الاخلاق، سیدی ومرشدی، عاشقِ مدینہ، حضرت علامہ

الحاج الشیخ المفتی ابوداؤد محمد صادق قادری رضوی مدظلہ

امیر جماعت رضائے مصطفےٰ پاکستان، کے نام

جن کی نگاہِ فیض سے مکہ ومدینہ کی محبت ملی اور جن کی دعا کی برکت سے حرمین شریفین کی زیارت نصیب ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کا سایۂ برکت بصحت وعافیت تادیر سلامت رکھے۔ آمین

محتاجِ دُعا

محمد عطاء الرحمن قادری رضوی غفرلہٗ

تقریظ

شیخِ طریقت، حامی سنت، ماحی بدعت، فخرِ اہلِ سنت، پاسبانِ مسلکِ اعلیٰ حضرت،

حضرت علامہ الحاج مفتی ابوداؤد محمد صادق قادری رضوی مدظلہ العالی

مولیٰ تعالیٰ کا بے حد و بے شمار شکر ہے جس نے عزیز ابن عزیز مولانا حافظ محمد عطاء الرحمان سلمہٗ الرحمان کو اپنے حبیب کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے شہرِ مقدس مدینہ منورہ اور آپ کی جائے ولادت مکۃ المکرمہ کی حاضری نصیب فرمائی۔ عزیز موصوف نے حرمین شریفین کی زیارت سے دل کو راحت پہنچائی اور خوب برکتیں سمیٹیں۔ پھر ان برکات کا احوال سپردِ قلم کر دیا جو قسط وار "ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ" میں شائع ہوتا رہا اور اب بفضلہٖ تعالیٰ کتابی صورت میں شائع ہو رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ عزیز موصوف کی عمر و صحت، علم و عمل اور تقریر و تحریر میں مزید برکت عطا فرمائے اور انہیں مزید علمی و تحقیقی مسلکی خدمات انجام دینے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ ان کی اس کاوش کو ماجور و مشکور فرمائے۔ انکے لئے اور ان کے والد صاحب مرحوم عزیزم الحاج رشید احمد چغتائی قادری رضوی علیہ الرحمۃ کی بلندیٔ درجات کا ذریعہ بنائے۔

حرمین شریفین کی حاضری بالخصوص مدینہ منورہ کی زیارت تو عاشقانِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قلبی خواہشات میں اوّلین درجے پر ہے۔ جس کی عظمت کی جانب اشارہ کرتے ہوئے امام عاشقاں امام احمد رضا خاں محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے:

معراج کا سماں ہے کہاں پہنچے زائرو...... کرسی سے اونچی کرسی اسی پاک در کی ہے

دعا گو ہوں اللہ تعالیٰ عزیز موصوف کو اور ہر عاشق رسول کو بار بار حرمین طیبین کی حاضری نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین

خادم اہلسنت

ابوداؤد محمد صادق غفرلہٗ

عطائے رحمٰن

(از: ادیب ملت، خطیب اہلسنّت علامہ محمد منشاء تابش قصوری، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور)

اللہ تعالیٰ جل وعلیٰ کی عطاؤں کا سلسلہ جاری وساری ہے وہ جسے چاہتا ہے اپنی کرم نوازیوں سے بہرہ مند فرماتا ہے، اس ذات کریم کی نوازشات کا ذرہ ذرہ معترف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر شئے اسی کے ذکر سے رطب اللسان ہے۔

ففی کل شیء له آیة
تدل علی انه واحدٌ

مگر انسان پر اس کی عنایات بیکراں ہیں اور پھر انسانوں سے ایمانداروں پر تو اس کی نعمتوں کی انتہا ہے اور ایماندار وہی ہے جسے اس کے محبوب سے محبت ہے، بلکہ محبوب کی ہر نسبت سے محبت ہے، پیار ہے، مودت وعشق ہے، اللہ رب العزت کے محبوب سے عشق ومحبت کرنے والوں کی ہر دور، ہر زمانے، ہر وقت، ہر گھڑی، ہر ساعت ہر لحظہ تعداد میں اضافہ ہی ہوتا چلا آیا ہے، یہ زمانہ بھی آپ کے عشاق سے معمور ہے، انہی عاشقان مصطفےٰ ﷺ میں حضرت علامہ مولانا پروفیسر محمد عطاء الرحمٰن قادری رضوی زید مجدہٗ کی بھی ذات عالی تبار ہے، جنہوں نے ایسے گھرانے میں آنکھ کھولی جن کا شمار محبانِ حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثناء میں ہوتا ہے۔ مولانا الموصوف کے بکثرت احوال وآثار سے بطور خلاصہ چند اہم امور کا تعارف پیش کیا جاتا ہے، جن کا بنیادی طور پر جاننا از حد ضروری ہے۔ وھوھذا

ولادت:

حضرت علامہ مولانا الحافظ القاری محمد عطاء الرحمٰن قادری رضوی زید مجدہٗ ۱۹ ربیع

الاوّل شریف ۱۳۹۶ھ/ ۲۰ اپریل ۱۹۷۶ء بروز سہ شنبہ گوجرانوالہ محلہ اسلام آباد میں پیدا ہوئے' حسن اتفاق کہ یہی وہ ماہ مبارک ہے جس میں باعثِ تخلیق کائنات' فخر موجودات حضرت رسالت مآب جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کائنات میں ظہور ہوا (یعنی ربیع الاوّل اور اپریل) آپ کے والد ماجد حضرت علامہ مولانا الحاج رشید احمد چغتائی بن محترم و مکرم جناب حاجی علم دین چغتائی بن جناب نبی بخش چغتائی (علیہم الرحمۃ) واپڈا انجینئر تھے۔ آپ اکثر و بیشتر نمازیں زینت المساجد میں باجماعت ادا فرماتے کیونکہ یہی مسجد گھر سے قریب تر تھی عموماً آپ اذان دینے کا شرف حاصل کرتے۔

حضرت علامہ مولانا ابوداؤد محمد صادق صاحب قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ کی قربت نے عشق رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی نعمت سے شادکام کیا۔ حضرت رشید احمد صاحب علیہ الرحمۃ کی خواہش تھی کہ محدثِ اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد صاحب چشتی قادری رضوی علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست پر بیعت سے سرفرازی نصیب ہو جب اس مقصد کیلئے لائل پور (فیصل آباد) محدث اعظم علیہ الرحمۃ کی خدمت میں اپنی آرزو پیش کی تو انہوں نے فرمایا "آپ حضرت مولانا ابوداؤد محمد صادق قادری رضوی مدظلہ العالی سے بیعت کی سعادت حاصل کریں" چنانچہ الحاج رشید احمد صاحب علیہ الرحمۃ کو حضرت ابوداؤد دامت برکاتہم العالیہ سے پہلے مرید ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

حضرت مولانا قاری حافظ محمد عطاء الرحمٰن کے دادا جان حاجی علم دین چغتائی' قطب الوقت حضرت شیر ربانی میاں شیر محمد صاحب شرقپوری علیہ الرحمۃ کی زیارت کیلئے حاضر ہوتے رہے مگر بیعت کا شرف حضرت خواجہ حافظ عبدالکریم علیہ الرحمۃ (خانقاہ عالیہ نقشبندیہ عیدگاہ شریف) سے حاصل ہوا۔

موصوف کے والد ماجد حضرت الحاج رشید احمد چغتائی صاحب نے مسلک حق

اہلسنت و جماعت کی اشاعت میں خوب خدمت سرانجام دی۔ سرکاری امور کی انجام دہی کیلئے جہاں جانا ہوا عشق رسول کریم ﷺ کا بیج بوتے رہے۔ یہاں تک کہ جب کوٹ اڈو میں تبادلہ ہوا تو تحریک میلاد النبی ﷺ کی بنیاد رکھی۔ جب لاہور تشریف لائے تو یہاں بھی مختلف مساجد میں میلاد مصطفےٰ ﷺ اور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی گیارھویں شریف کا اہتمام کرتے رہے۔ حسن اتفاق کہ فدائی غوث سبحانی مولانا الحاج رشید احمد چغتائی نے ۱۰ ربیع الثانی ۱۴۱۳ھ بڑی گیارھویں شریف کے موقعہ پر اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی اور مرحوم کے پیر و مرشد حضرت علامہ ابوداؤد محمد صادق دامت برکاتہم العالیہ کی اقتداء میں ہزاروں لوگوں نے آپ کی نماز جنازہ پڑھنے کا شرف حاصل کیا۔

تعلیم و تربیت:

حضرت مولانا الحافظ القاری محمد عطاء الرحمٰن قادری مدظلہ نے قرآن کریم گھر میں ہی مکمل پڑھا پھر حفظ کی رغبت پیدا ہوئی تو جامعہ فاروقیہ رضویہ عمر بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور سے حفظ القرآن کی دولت ابدی سے سرفراز ہوئے۔ ساتھ ہی ساتھ عصری تعلیم بھی جاری رکھی یہاں تک کہ ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۳ء کو میٹرک اور پھر گورنمنٹ کالج لاہور میں داخل ہوئے مگر جب مروجہ یونیفارم یعنی پینٹ، پتلون پہننے پر زور دیا گیا تو آپ نے کالج چھوڑ دیا۔ بعدۂ آپ نے پرائیویٹ امتحان دیا اور ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۶ء کو نمایاں پوزیشن لے کر لاہور بورڈ سے کامیاب ہوئے۔ پھر بی اے۔ ایف سی کالج لاہور سے عربی ایجوکیشن کے مضامین کے ساتھ کیا، خوش بختی کہ یہاں شیخ العربی حضرت علامہ مولانا پروفیسر ڈاکٹر ضیاء المصطفےٰ قصوری مدظلہ (راقم السطور کے ڈاکٹر صاحب حقیقی بھانجے ہیں) جیسا ماہر استاد میسر آیا، جنہوں نے زبانِ عربی کو عشق کی حد تک پڑھانے میں اپنا کردار ادا کیا۔

ایم۔اے ایجوکیشن میں حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمۃ سابق شیخ الحدیث مرکزی درسگاہ جامعہ نظامیہ لاہور کی مشاورت پر ادارہ تعلیم و تحقیق پنجاب یونیورسٹی سے حضرت صدرالشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ صاحب بہار شریعت کی تعلیمی خدمات پر مقالہ قلمبند کر کے اعلیٰ پوزیشن حاصل کی۔ بعدہٗ یہی مقالہ مفید اضافوں کے ساتھ "سیرت صدرالشریعہ" کے نام سے شائع ہوا۔ اسلامک سینٹر پنجاب یونیورسٹی سے یک سالہ ڈپلومہ عربی زبان و ادب کا امتحان ۲۰۰۲ء/۱۴۲۲ھ پہلی پوزیشن میں پاس کیا۔ ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۴ء پنجاب یونیورسٹی سے ہی ایم۔اے اسلامیات میں فسٹ ڈویژن حاصل کی۔

ذالك فضل الله يوتيه من يشاء والله ذوالفضل العظيم

بیعت وخلافت:

بارہ سال کی عمر میں حفظ القرآن کے دوران حضرت علامہ مفتی ابوداؤد محمد صادق صاحب قادری رضوی مدظلہ العالی سے بیعت کا شرف حاصل کیا' نیز انہی سے ہی روایت حدیث کی اجازت کا شرف پایا' ساتھ ہی ساتھ دلائل الخیرات شریف' حزب البحر اور دیگر تمام اوراد و وظائف کی اجازت سے بھی شادکام ہوئے۔

حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمۃ نے حدیث شریف کی اجازت اور سلاسل طریقت خصوصاً سلسلہ شاذلیہ کی خلافت عطا کی۔ ۱۴۲۶ھ/ ۲۰۰۶ء عالم عرب و عجم حضرت الشیخ السید یوسف ہاشم الرفاعی سابق وزیر اوقاف کویت نے سلسلہ رفاعیہ کی خلافت کا انعام عطا فرمایا۔ ۱۴۳۳ھ/۲۰۱۲ء کو مدینہ طیبہ کی حاضری کے مبارک لمحات میں عالمی مبلغ اسلام حضرت علامہ قمرالزماں اعظمی مدظلہ خلیفۂ مجاز حضرت

مفتی اعظم ہند (علیہ الرحمۃ) وخلیفہ حضرت سید مختار اشرف اشرفی جیلانی سرکار کلاں کچھوچھہ شریف (علیہ الرحمۃ) نے جملہ سلاسل طریقت کی خلافت اور دلائل الخیرات شریف کی اجازت مرحمت فرمائی۔ نیز خلیفہ قطب مدینہ الشیخ محمد عارف ضیائی قادری علیہ الرحمۃ (مدفون جنت البقیع مدینہ منورہ) نے دلائل الخیرات کی اجازت سے نوازا۔ راقم السطور محمد منشاء تابش قصوری چشتی سیالوی اشرفی غفرلہٗ نے علامہ محمد عطاء الرحمٰن قادری رضوی کو دلائل الخیرات شریف کا اجازت نامہ لکھ دیا کیونکہ ناچیز کو ۱۹۷۸ء میں جب بارگاہ رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری کی سعادت عظمیٰ حاصل ہوئی اور انہیں کی نگاہِ کرم سے حج وعمرے نصیب ہوئے۔

تو قطب مدینہ حضرت الشیخ ضیاء الدین احمد مدنی (مدفون جنت البقیع) کی خدمت میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی اور آپ نے شیخ الدلائل حضرت علامہ مولانا عبدالحق محدث الٰہ آبادی علیہ الرحمۃ مدفون جنت المعاوی مکۃ المکرمہ کی نسبت سے دلائل الخیرات کی اجازت عطا کی۔ سو راقم الحروف نے مولانا الموصوف کو اُن اکابر کی اجازت ان کے سپرد کردی۔

خوش بخت اور بڑے ہی صاحب نصیب ہیں جنہیں بڑے بڑے اکابر وقت نے مختلف انداز میں خصوصی برکات سے نوازا۔ حضرت علامہ مولانا صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری دامت برکاتہم العالیہ مدیر اعلیٰ معارف رضا کراچی سے بھی مولانا عطاء الرحمٰن کو جملہ سلاسل طریقت کے اوراد و وظائف کی اجازت وخلافت حاصل ہے۔ صاحبزادہ موصوف حضرت علامہ الحاج مفتی تقدس علی خاں قادری رضوی علیہ الرحمۃ اور حضرت علامہ الحاج مفتی ابوداؤد محمد صادق قادری رضوی مدظلہ العالی کے خلیفہ ہیں۔ موصوف نے اس شعر سے بھی مولانا عطاء الرحمٰن کو مزید عطاؤں سے نوازا۔

کر عطاء رحمٰن مجھ کو نعمتِ علم و عمل
حافظِ قرآن مرشد با رضا کے واسطے

مولانا اس عطائے خاص پر بڑے مسرور ہیں کہ آلِ رسول کے ایک شہزادے کی طرف سے یہ خصوصی انعام نصیب ہوا' ہاں ۱۱ ذیقعد ۱۴۳۵ھ کو صاحب کتب کثیرہ (خلیفہ مفتیٔ اعظم ہند و محدث اعظم پاکستان و ملک العلماء علامہ ظفر الدین احمد فاضل بہار علیہم الرحمۃ) حضرت مولانا علامہ محمد حسن علی قادری رضوی مدظلہ (خطیب میلسی) نے بھی سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ' سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ کی خلافت عطا فرمائی۔

علامہ محمد عطاء الرحمٰن زید مجدہٗ وزیر آباد کالج میں پروفیسر ہونے کے ساتھ ساتھ امامت و خطابت کے بھی شہسوار ہیں۔ قلم سے گہرا تعلق ہے۔ آپ کی متعدد تصانیف جدید طباعت و اشاعت کے زیور سے آراستہ اور قبولیت کا ثمرہ پا چکی ہیں۔ آپ کے قلم کا تازہ شاہکار "عطائے حرمین" کے نام سے اہل عشق و محبت کیلئے مدینہ منورہ' مکہ المکرمہ (زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً) کی وہ عظیم اور عدیم المثال سوغات ہے جو زائرین مدینہ اور حج و عمرہ کی نعمت سے باریاب ہونے والوں کیلئے درِّ نایاب ہے جو سننے سے نہیں دل کی گہرائی کے ساتھ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ لیجئے اُٹھایئے اور مطالعہ سے حظِ وافر حاصل کیجئے۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ جل وعلیٰ آپ کو علم و فضل اور عمل کی نعمتوں سے مالا مال فرمائے۔

آمین بجاہ سید الانبیاء المرسلین صلی اللہ علیہ
وعلی آلہٖ و صحبہٖ وبارک وسلم

فقط: محمد منشاء تابش قصوری
جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور' خطیب مریدکے

۲ محرم الحرام ۱۴۳۶ھ
۲۸ / اکتوبر ۲۰۱۴ء

حرفِ آغاز

حرمین شریفین سے محبت والفت عشق رسول ﷺ کی علامات میں سے ایک اہم علامت ہے کہ مکۃ المکرمہ سرکارِ دو عالم ﷺ کی جائے ولادت اور مدینہ منورہ آپ ﷺ کی جائے ہجرت وسکونت ہے۔ مدینہ منورہ سے زیادہ پیار کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے سکونت کیلئے اس شہرِ انور کا انتخاب فرمایا اور مکۃ المکرمہ فتح ہو جانے کے بعد بھی اسی میں قیام اور تدفین کو پسند فرمایا۔ امام اہلسنّت اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں محدثِ بریلوی علیہ الرحمۃ کا ایک بڑا ہی پیار شعر ہے:

طیبہ نہ سہی افضل مکہ ہی بڑا زاہد
ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

راقم الحروف کو حرمین شریفین کی زیارت دو مرتبہ نصیب ہوئی اور دعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ بار بار یہ سعادت عطا فرمائے۔ پہلی مرتبہ ۱۴۲۵ھ/ ۲۰۰۵ء میں حج بیت اللہ شریف کا شرف ملا اور دوسری مرتبہ ۱۴۳۳ھ/ ۲۰۱۲ء میں عمرہ شریف کی سعادت میسر آئی۔ پہلی مرتبہ کی حاضری میں چند مشاہدات ڈائری میں تحریر کئے تھے لیکن انہیں ترتیب دینے کا موقع نہ ملا۔ دوسری مرتبہ حاضری سے جب وطن واپس لوٹا تو صاحبزادہ الحاج محمد رؤف رضوی زید مجدہٗ نے فرمائش کی کہ "دونوں حاضریوں کی روداد ماہنامہ رضائے مصطفٰے میں اشاعت کیلئے قلم بند کی جائے"۔ چنانچہ راقم الحروف نے تین صفحات پر مشتمل ایک مضمون لکھا جس میں مکۃ المکرمہ حاضری سے متعلق چند واقعات تحریر کر دیئے جو رضائے مصطفٰے میں شائع ہو گئے۔ ارادہ یہ تھا کہ دوسری قسط میں مدینۃ المنورہ حاضری کے احوال قلم بند کر کے یہ سفرنامہ مکمل ہو جائے گا۔ لیکن صاحبزادہ

الحاج محمد رؤف رضوی زید مجدہٗ نے فرمایا کہ "اختصار کے ساتھ نہیں بلکہ تفصیل کے ساتھ لکھا جائے" چنانچہ حکم کی تعمیل میں جب تفصیل کے ساتھ لکھا تو ۲۰ /اقساط میں یہ سفرنامہ مکمل ہوا (فالحمد للّٰہ علیٰ ذالک)۔ احباب اور علمائے کرام نے اسے پسند فرمایا اور انہی کی فرمائش پر اسے کتابی صورت میں شائع کرنے کا ارادہ کیا۔ ادیبِ ملت' استاذ العلماء مولانا علامہ محمد منشاء تابش قصوری مدظلہ نے اس کتاب کا نام "عطائے حرمین" تجویز فرمایا۔ نیز بڑی محبت اور توجہ کے ساتھ پیش لفظ بھی بعنوان "عطائے رحمٰن" تحریر فرمادیا۔ راقم الحروف ان کا شکر گزار ہے۔

یاد رہے کہ یہ سفرنامہ مسلسل تحریر نہیں بلکہ ہر ماہ مضمون کی صورت میں رضائے مصطفےٰ کیلئے لکھا جاتا اور شائع ہوتا رہا۔ لہٰذا اگر ترتیب کی خلاف ورزی یا کسی بات کی تکرار پائیں تو دامن عفو میں جگہ دیں۔

ایک فائدہ اس کتاب سے یہ بھی حاصل ہوا کہ باتوں ہی باتوں میں حج وعمرہ کا طریقہ اور مسائل بھی بیان ہو گئے۔ لہٰذا جہاں یہ کتاب سفرنامہ حرمین شریفین کی رُوداد بیان کرے گی وہیں حج وعمرہ کی سعادت پانے والوں کیلئے بھی رہنمائی کا کام بھی دے گی۔ البتہ اختصار کے ساتھ حج وعمرہ کا طریقہ آخر میں دوبارہ بیان کر دیا گیا ہے۔

انتہائی ناسپاسی ہو گی اگر شکریہ ادا نہ کروں اپنے شیخِ طریقت' مخدوم اہلسنت' خلیفۂ مجاز حضور مفتی اعظم ومحدثِ اعظم علامہ الحاج الشیخ المفتی ابوداؤد محمد صادق صاحب قادری رضوی مدظلہ العالی کا' جن کی دعاؤں کی برکت سے حرمین شریفین کی حاضری نصیب ہوئی اور جن کے روحانی فیض کی بدولت یہ کتاب معرضِ وجود میں آئی۔ مزید کرم یہ فرمایا کہ شدید علالت کے باوجود تقریظ املاء فرمائی اور دستخط ثبت فرمائے۔ اللّٰہ تعالیٰ اُن کا سایۂ عاطفت بصحت وعافیت تادیر سلامت رکھے۔ (آمین)

شکر گزار ہوں صاحبزادگان والاشان مولانا الحاج محمد داؤد رضوی و مولانا الحاج محمد رؤف رضوی مدظلہما کا' جن کے مشورے کتاب کو بہتر بنانے کا باعث بنے۔

الحاج حکیم عبد المجید چغتائی' مولانا حافظ محمد ضیاء الرحمٰن قادری اور دیگر احباب کی رہنمائی بھی میسر رہی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سبھی احباب کو جزائے خیر نصیب فرمائے۔

دعا گو و دعا جو

محمد عطاء الرحمن قادری رضوی غفرلہٗ

صفر المظفر ۱۴۳۶ھ

حضورِ کعبہ حاضر ہیں، حرم کی خاک پر سر ہے

مدینہ منورہ حاضری اور مکہ مکرمہ کی زیارت ہر مسلمان کی دلی خواہش ہے۔ الحمدللہ راقم الحروف کو یہ شرف ۱۴۲۵ھ/ ۲۰۰۵ء میں حاصل ہوا تھا۔ لیکن مشہور ہے کہ جس نے مکۃ المکرمہ ومدینہ المنورہ کی زیارت نہ کی ہو تو وہ دیکھنے کیلئے ترستا ہے اور جو یہ سعادت پا چکا ہو وہ دوبارہ زیارت کیلئے تڑپتا ہے۔ کچھ یہی کیفیت اس ناچیز کی بھی تھی۔ بہت دعاؤں اور التجاؤں کے بعد ۱۴۳۲ھ/ ۲۰۱۳ء کا سال، شعبان المعظم کا مبارک مہینہ نوید زیارت لایا اور راقم الحروف ۱۰ شعبان المعظم کو عازم مکہ و مدینہ ہوا اور ۱۱ شعبان المعظم کو "بلد الامین" مکۃ المکرمہ میں حاضر ہو گیا۔ یہ مبارک شہر دنیا کا سب سے پہلا شہر ہے۔ زمین کے بننے کا آغاز اسی سے ہوا تھا۔ اسی لئے اس کا ایک نام "اُم القریٰ" بھی ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ سرکارِ دو عالم، نور مجسم، شفیع معظم ﷺ کی ولادت اسی مقدس شہر میں ہوئی تھی، یہیں سے آپ نے دعوتِ اسلام کا آغاز فرمایا تھا۔ اسی شہر مبارک میں واقع بیت اللہ شریف آپ کی خواہش پر قبلہ بنایا گیا تھا۔

اللہ اکبر! ایسا پاک دیار اور ہم جیسے عاصی و گنہگار! یقین نہیں آتا تھا کہ ہم یہاں پر پہنچنے کا شرف پا چکے ہیں لیکن اللہ کی رحمت پر قربان ہونے کو جی چاہتا تھا کہ جس نے اپنے اس عاجز بندے کو ایسے مبارک شہر کی زیارت کا شرف بخشا تھا۔ رات کا سہانا وقت تھا۔ مکۃ المکرمہ بقعۂ نور بنا ہوا تھا۔ احرام باندھے، تلبیہ پکارتے ہوئے حرم شریف کی جانب رواں دواں تھے کہ سامنے حرم شریف کے جگمگاتے، نور برساتے مینار اور دروازہ شریف آ گیا۔ حدیث شریف کے مطابق خانہ کعبہ پر پہلی نظر پڑتے ہی جو دعا کی جائے وہ قبول ہے۔ لہٰذا نگاہیں جھکائے ہوئے مسجد الحرام شریف میں داخل ہوئے تا کہ مطاف میں پہنچ

کر راستے سے ہٹ کر اطمینان سے خانہ کعبہ شریف کی زیارت اور دعا کی برکت حاصل کی جائے۔ کسی نے امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری علیہ الرحمۃ سے پوچھا کہ "خانہ کعبہ پر پہلی نظر پڑتے ہی جو دعا کریں قبول ہے تو کون سی دعا مانگی جائے؟ کیونکہ بہت سی دعائیں مانگنے کو جی چاہتا ہے"۔ آپ نے فرمایا "پہلی نظر پڑتے ہی یہ دعا مانگو کہ یا اللہ زندگی میں جو دعا مانگوں وہی قبول فرمالینا" حضرت کی یہ ارشاد فرمودہ دعا ذہن میں لاتے ہوئے مطاف میں پہنچ گئے اور راستے سے ہٹ کر اپنی گنہگار نظر خدا کے عظیم گھر پر ڈالنے کی جسارت کی۔ اللہ اکبر! ایک لمحے کیلئے تو کچھ ہوش ہی نہ رہا لیکن فوراً ہمت کو جمع کر کے حضرت امیر ملت کی ارشاد فرمودہ دعا اور دعائے جامع ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنة و فی الاخرة حسنة وقنا عذاب النار پڑھ لیں۔ معا بعد شیخ طریقت حضرت علامہ الحاج مفتی ابوداؤد محمد صادق مدظلہ کی صحت اور عاشقِ رسول غازی ممتاز حسین قادری زید مجدہٗ کی رہائی کیلئے دعائیں کیں۔ پھر دیگر مسنون دعائیں اور اپنی فریادیں والتجائیں تادیر رب کے حضور پیش کرتا رہا۔ جن احباب نے دعاؤں کیلئے کہا تھا ان کیلئے بھی دعائیں کرتا رہا۔

قارئین کرام! سچی بات تو یہ ہے کہ خدا کی عظمت وجبروت کا مظہر اس کا عظیم گھر سامنے ہو تو قلب کی کیفیت کیا ہوتی ہے۔ یہ لفظوں میں بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ حجر اسود کا بوسہ تورش کی وجہ سے ممکن نہ تھا لہٰذا استلام کر کے طواف شروع کیا۔ دورانِ طواف اپنے شیخ اور تمام اہلسنت بھائیوں کیلئے دعاؤں میں مشغول رہا۔ طواف سے فارغ ہو کر نفل ادا کئے پھر جی بھر کر آب زمزم شریف پیا اور پھر سعی کیلئے صفا پہاڑی پر حاضر ہو گیا۔ صفا ومروہ کو قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نشانی قرار دیا ہے۔ فقط اس وجہ سے کہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا ان کے درمیان پانی کی تلاش کیلئے دوڑیں تھیں۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ اللہ کی

پاک بندی کے جہاں قدم لگ جائیں وہ اللہ کی نشانی بن جاتی ہے تو جہاں اولیاء اللہ خود موجود و مدفون ہوں وہ جگہ رب کی نشانی کیونکر نہ ہوگی؟ دوران سعی بار بار یہ خیال ذہن میں آتا تھا کہ اب تو ماربل کا فرش ہے اور ائیر کنڈیشنڈ راستہ ہے۔ وہ وقت کیسا ہو گا جب حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام پیاس کی شدت سے بے تاب تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام انہیں ان کی والدہ حضرت ہاجرہ کے ہمراہ اس بے آب و گیاہ جگہ میں خدا کے سہارے پر چھوڑ کر جا چکے تھے اور حضرت ہاجرہ صفا و مروہ کے درمیان بے تابی کے ساتھ پانی تلاش کر رہی تھیں۔ وہ رستہ تو پتھریلا تھا۔ انہوں نے کتنی مشکل سے یہ چکر کاٹے ہوں گے اور آج بفضلہٖ تعالیٰ کتنی آسانی سے سعی کی سعادت حاصل ہو جاتی ہے۔ اللہ کو ان کی یہ ادا پسند آ گئی اور قیامت تک حج اور عمرہ کرنے والوں کو صفا و مروہ کے درمیان سعی کا حکم دے دیا۔ اس سے یہ بھی سبق ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند ہے کہ اس کے پیارے بندوں کی اداؤں کو اپنایا جائے۔

آب زمزم شریف: حضرت اسماعیل علیہ السلام کے قدموں کی رگڑ سے جاری ہونے والا چشمہ زم زم ہزاروں سال سے جاری و ساری ہے۔ ہر ماہ بلا مبالغہ کروڑوں لٹر آب زم زم پیا اور ساتھ لے جایا جا رہا ہے لیکن اس کی روانی میں کوئی فرق نہیں آیا۔ آب زم زم کے فضائل تو علیحدہ مضمون کے متقاضی ہیں لیکن صفحات کی تنگ دامانی کے پیش نظر صرف اتنا عرض کروں گا کہ حدیث پاک کے مطابق آب زم زم پیتے وقت جو دعا کی جائے قبول ہے۔ لہٰذا جب بھی آب زم زم پیا تو اپنے لئے، اپنے شیخ طریقت کیلئے، والدین و اساتذہ اور سب سنی بھائیوں کے لئے دعائیں کی گئیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ "مومن آب زم زم سیر ہو کر پیتا ہے جبکہ منافق پیٹ بھر کر نہیں پیتا"۔ اس حدیث شریف پر عمل کرتے

ہوئے اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا خاں محدث بریلوی ایک ہی وقت تقریباً ڈیڑھ لیٹر آب زم زم شریف نوش فرما لیتے تھے۔ خود آپ کا ارشاد ہے کہ "پونے تین ماہ کے قیام مکہ معظمہ میں تقریباً چار من زم زم شریف میرے پینے میں آیا ہوگا"۔ چنانچہ بندہ ناچیز نے بھی حدیث شریف پر عمل اور بزرگوں کے طریقے پر چلتے ہوئے زم زم شریف خوب پینے کی کوشش کی۔ ایک روز تو ایک ہی وقت میں آٹھ گلاس زم زم شریف اکٹھے پینے کی سعادت حاصل کی۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ آب زم زم شریف پینے میں کس قدر کم وزن ہے اور پیٹ پر بوجھ بھی نہیں بنتا۔ (سبحان اللہ)

غارِ حرا کی زیارت: گذشتہ حاضری میں حج کی مصروفیت کی وجہ سے شدید خواہش کے باوجود جبل نور غار حرا کی زیارت نہ ہو سکی تھی۔ اس دفعہ اس سعادت کو پانے کیلئے باوجودیکہ پاؤں میں زخم بھی تھا لیکن پختہ عزم کر چکا تھا۔ لہٰذا ایک روز بیس ریال کرایہ دے کر ایک ٹیکسی میں سوار ہو کر جبل نور کے دامن میں پہنچ گیا۔ یہاں سعودی گورنمنٹ کی طرف سے مختلف زبانوں میں لکھا ہوا یہ بورڈ نصب تھا "یہاں نماز جائز نہیں ہے" حیرت ہوئی کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کی برکت سے تو ساری زمین نماز پڑھنے کے قابل ہو گئی تھی یہ خاص غار حرا میں نماز ناجائز قرار دیتے ہیں اس پر طرہ یہ کہ کوئی دلیل بھی نہیں دیتے۔ نجدیوں کی کم علمی اور سخت دلی پر افسوس کرتے ہوئے خدا کا نام لے کر جبل نور پر سفر کا آغاز کر دیا۔ سبحان اللہ اس مبارک پہاڑ نے سرکارِ دو عالم نور مجسم ﷺ کے قدم چومے تھے لہٰذا پہاڑ کا نام ہی جبل نور ہو گیا۔ یہ تصور ہی کس قدر ایمان افروز ہے کہ اس مبارک پہاڑ نے سرکارِ دو عالم ﷺ کی نہ صرف بار بار زیارت کا شرف پایا بلکہ قدومِ میمنت لزوم کو جی بھر کر چوما۔

ضعف مانا مگر یہ ظالم دل

ان کے رستے میں تو تھکا نہ کرے

راستے میں تھکاوٹ محسوس ہوتی تو بوڑھوں اور چھوٹے بچوں کو جاتے دیکھ کر حوصلہ بلند ہو جاتا۔ آخر کار وہ نورانی غار نظروں کے سامنے تھا جہاں اعلانِ نبوت سے قبل سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کئی کئی دن تک تشریف فرما رہ کر عبادت میں مصروف رہتے۔ الحمد للہ یہ غار سرکار کی پیدائشی نبوت کا اعلان کر رہی ہے کہ اعلانِ نبوت سے قبل رب کی عبادت کا طریقہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں تھا تو آپ یہاں عبادت کرتے تھے۔ یہیں پہلی وحی نازل ہوئی تھی۔

اُتر کر حرا سے سوئے قوم آیا

اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

غار کی جانب جاتے ہوئے بار بار یہ خیال آتا تھا کہ مکۃ المکرمہ سے اتنے فاصلے پر موجود پھر اتنی بلندی پر غار کو کیوں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا۔ اصل حکمت تو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے لیکن بظاہر یہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ یہ غار قدرتی طور پر قبلہ رخ ہے اور یہاں سے حرم شریف کی زیارت بھی ہوتی ہے۔ صوفیائے کرام کا پہاڑوں اور جنگلوں میں بیٹھ کر خدا کے ذکر میں مشغول رہنا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حرا والی سنت پر عمل کیلئے ہے۔

جائے ولادتِ نبوی کی زیارت: جبل ابو قبیس جو کہ دنیا کا پہلا پہاڑ ہے۔ اسی پر قیام فرما ہو کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کے دو ٹکڑے کئے تھے اس کے دامن میں محلہ بنی ہاشم میں وہ بابرکت مکان ہے جہاں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی تھی۔ ہارون الرشید کی والدہ نے یہاں مسجد بنوادی تھی جو کہ نجدیوں کے دور تک سلامت رہی۔ اس کی تصویر ماہنامہ "رضائے مصطفےٰ" کے سرورق پر بارہا شائع ہو چکی ہے۔ محدثین کے بقول

خانہ کعبہ اور مقامِ ابراہیم کے بعد مکۃ المکرمہ میں یہ سب سے افضل مقام ہے۔ اب یہاں مکتبہ مکۃ المکرمہ کے نام سے ایک لائبریری موجود ہے جبکہ باہر مختلف زبانوں میں لکھے گئے بورڈ کی تحریر کا خلاصہ یہ ہے کہ

"یہاں نبی اکرم ﷺ کی ولادت ثابت نہیں ہے"۔

ان تحریروں سے جن کا کذب و جھوٹ ظاہر و باہر ہے' عاشق کہاں رُکتے ہیں۔ مختلف ممالک کے تعلق رکھنے والے زائرین اس کی زیارت کر کے دل کی تسکین پاتے ہیں۔ گذشتہ حاضری کے موقع پر اس مبارک جگہ کا دروازہ بند پایا تھا لیکن اس مرتبہ دروازہ کھلا پایا' جھٹ اندر حاضر ہوا اور کتابوں کو دیکھنے کے بہانے کھڑے ہو کر امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کا لکھا ہوا یہ زمزمہ محبت پڑھتا رہا:

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

سلام و دعا سے فراغت کے بعد خیال ہوا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے مکی خلیفہ شیخ عبداللہ ابوالخیر مرداد علیہ الرحمۃ کی تاریخ مکہ کے موضوع پر لکھی ہوئی کتاب "نشر النور والزہر" دیکھ لی جائے۔ مدیر مکتبہ سے کتاب کا پوچھا تو اس نے بتایا کہ مکمل کتاب تو نہیں البتہ اس کا خلاصہ "المختصر من کتاب نشر النور والزہر" کے نام سے چھپا ہے اور ہمارے پاس موجود ہے۔ قارئین میں سے اکثر کے علم میں یہ بات ہو گی کہ مختصر یا خلاصہ کے نام پر کتاب چھاپنے کا سعودی ناشرین کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جہاں جہاں اہلسنت کی تائید اور نجدیوں کی تردید ہو اُسے حذف کر دیا جائے۔ اتنا کچھ کرنے کے بعد بھی الحمدللہ اس کتاب میں نہایت ادب کے ساتھ ان الفاظ میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا ذکر شیخ عبداللہ ابوالخیر نے کیا ہے۔

"شیخنا العلامۃ احمد رضا خان البریلوی"

اعلیٰ حضرت کا نام مبارک دیکھ کر بے ساختہ انہی کا شعر زبان پر آ گیا:

؎ بے نشانوں کا نشاں مٹتا نہیں...... مٹتے مٹتے نام ہو ہی جائے گا

جنت المعلیٰ، مسجد الجن اور دیگر مقامات پر حاضری ہوئی۔ طوالت سے بچنے کیلئے ان کا ذکر تفصیل سے نہیں کر پا رہا۔ مدینہ منورہ حاضری کیلئے دل بے تاب تھا۔ خواہش تھی کہ شب برأت مسجد نبوی شریف میں گزارنے کی سعادت مل جائے۔ الحمد اللہ ۱۴ شعبان المعظم کی بھینی سہانی صبح میں مدینہ منورہ حاضری کا بندوبست ہو گیا۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے یہ اشعار مبارک پڑھتے ہوئے قافلۂ مدینہ روانہ ہو گیا:

؎ حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے اب کعبے کا کعبہ دیکھو
آب زم زم تو پیا خوب بجھائیں پیاسیں
آؤ جود شہ کوثر کا بھی دریا دیکھو
غور سے سن تو رضاؔ کعبہ سے آتی ہے صدا
میری آنکھوں سے میرے پیارے کا روضہ دیکھو

چلو دیکھیں وہ بستی، جس کا رستہ دِل کے اندر ہے

کعبۂ تن سے کعبۂ جاں کی جانب سفر کا جو کیف و سرور ہے وہ عشاق ہی جانتے ہیں۔ ہماری بس بھی فراٹے بھرتی ہوئی مدینہ منورہ کی جانب بڑھی چلی جا رہی تھی۔ جوں جوں مدینہ منورہ قریب آتا جا رہا تھا، ذوق و شوق اور عجز و نیاز بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ ان کیفیات کو دو آتشہ کرنے کیلئے نعت خوانی ہلکی آواز میں جاری تھی۔ بعض زائرین موبائل فون کا

سپیکر آن کر کے نعتیں سن رہے تھے، جن تک آواز نہیں پہنچ رہی تھی وہ آواز بڑھانے کا تقاضہ کر رہے تھے۔ بس ڈرائیور نے جب یہ جذبہ دیکھا تو سپیکر پر الحاج محمد اویس رضا قادری کی آواز میں نعت شریف لگا دی، جس کا مطلع یہ تھا:

ے میں جو یوں مدینے جاتا تو کچھ اور بات ہوتی
دل غمزدہ جو پاتا تو کچھ اور بات ہوتی

بس پھر کیا تھا دل پر ایسی کیفیت طاری ہو گئی جو بیان سے باہر ہے۔ مدینہ منورہ پہنچنے تک بار بار یہی کیسٹ دہرائی گئی۔ خیال آیا کاش کچھ کیسٹیں ہمراہ لاتے تو لطف دوبالا ہو جاتا۔ جب یہ شعر گونجا:

ے پہلے کچھ اشک بہالوں تو چلوں
اک نئی نعت سنا لوں تو چلوں

تو ضبط کا بندھن ٹوٹ گیا اور آنسو پلکوں کا حلقہ توڑ کر راہِ مدینہ میں نچھاور ہونے لگے۔

کوئی سجدوں کی سوغات ہے نہ کوئی
زہد و تقویٰ میرے پاس سرکار ہے
چل پڑا ہوں مدینے کی جانب مگر
میرے دامن میں اشکوں کا اک ہار ہے

ذوالحلیفہ کی جانب سے بس مدینہ منورہ میں داخل ہو گئی۔ مدینہ شریف کے در و دیوار، کوچہ و بازار اور مساجد کے مینار نظر آنے لگے۔ آنکھیں مسجد نبوی شریف کے مینار ڈھونڈ رہی تھیں۔ چند منٹوں کے بعد اچانک بس ایک لحظے کیلئے ایسی جگہ سے گزری کہ نہ صرف مسجد نبوی شریف کے مینار بلکہ گنبد خضراء شریف کی جھلک بھی نظر آئی۔ بے ساختہ یہ شعر زبان پر جاری ہو گیا:

جب مسجد نبوی کے مینار نظر آئے
اللہ کی رحمت کے آثار نظر آئے

بس ہوٹل کے قریب رُکی، یہ ہوٹل محلہ بنی عبدالاشہل میں واقع ہے۔ قریب ہی مسجد الاجابہ ہے۔ سامان کمرے میں رکھ کر غسل کیا۔ نئے کپڑے پہنے، خوشبو لگائی اور نعتیں پڑھتے، درود شریف کا ورد کرتے ہوئے حاضریٔ سرکارِ اعظم ﷺ کیلئے چل پڑا۔ نمازِ عصر حنفی وقت کے مطابق ادا کی۔ اب دل کی دھڑکن تیز ہو رہی تھی۔ مواجہ اقدس میں سلام عرض کرنے کیلئے جانا تھا۔ ہمت نہیں پڑ رہی تھی، کہاں روضۂ سرکار اور کہاں ہم جیسے گنہگار اس حاضری کی اہمیت و عظمت زائر کو یاد کرواتے ہوئے امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

معراج کا سماں ہے کہاں پہنچے زائرو
کرسی سے اُونچی کرسی اسی پاک در کی ہے

خیال ہوا کہ کوئی بزرگ نظر آ جائے تو اس کا دامن تھام کر بارگاہِ رسالت میں حاضری دے آؤں۔ کوئی عالم دین نظر آ جائے تو اس کی انگلی پکڑ کے سلام عرض کر آؤں۔ چہار اطراف نظر دوڑائی لیکن کوئی نظر نہ آیا۔ آخر میرے امام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام مدد کو آ گیا۔ روح و ذہن کو امام اہلسنت کے ان اشعار نے منور کر دیا:

اُف بے حیائیاں یہ منہ اور تیرے حضور
ہاں تو کریم ہے تیری خُو در گزر کی ہے
تجھ سے چھپائیں منہ تو کریں کس کے سامنے
کیا اور بھی کسی سے توقع نظر کی ہے
جائیں کہاں، پکاریں کسے کس کا منہ تکیں
کیا پُرسش اور جا بھی سگِ بے ہنر کی ہے

یوں محسوس ہوا جیسے امام اہلسنت کے اس مقبول ومحبوب کلام نے میری انگلی پکڑ لی ہے اور اب مجھے باب السلام کی جانب سے خراماں خراماں لئے جا رہا ہے۔ زائرین کا انبوہ کثیر تھا۔ آہستہ آہستہ سنہری جالیوں کے قریب پہنچ گیا۔ پہلی محراب کے ساتھ بڑے خوبصورت انداز میں جلی حروف میں تحریر شدہ حدیث پاک شفاعتی لاھل الکبائر من اُمتی (میری شفاعت میری اُمت کے کبیرہ گناہ والوں کیلئے ہے) نے ڈھارس بندھا دی۔ چند لمحوں بعد ہی سرکار کی سنہری جالی نظروں کے سامنے تھی۔ یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ عاجز یہاں پہنچ چکا ہے۔ چند لمحات کیلئے تو کچھ ہوش ہی نہ رہا۔ آخر ہمت کر کے سلام عرض کیا اور آنکھوں سے اشکوں کا نذرانہ پیش کیا۔

پھر یارِ غار، حضرت سیدنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں سلام پیش کیا پھر خلیفۂ دوم حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں سلام عرض کیا پھر ان دونوں خلفاء اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وزراء کی خدمت میں عرضی پیش کی کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اس عاجز کی سفارش کریں۔ نیت یہ تھی کہ سلام پیش کرنے کے بعد امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے مذکورہ بالا اشعار پڑھوں گا لیکن حیرت ہوئی کہ بغیر کسی ارادے کے امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے ہی درج ذیل اشعار زبان پر جاری ہو گئے۔

بد ہیں تو آپ کے ہیں بھلے ہیں تو آپ کے
ٹکڑوں سے تو یہاں کے پلے رخ کدھر کریں
سرکار ہم کمینوں کے اطوار پر نہ جائیں
آقا حضور! اپنے کرم پر نظر کریں
جالوں پہ جال پڑ گئے للہ وقت ہے
مشکل کشائی آپ کے ناخن اگر کریں

﴾﴿ بار بار انہی مبارک اشعار جو حسنِ طلب کی بہترین مثال ہیں‘ کی تکرار کرتا رہا۔ دل کو جب کچھ سکون ہوا تو شیخ طریقت حضرت علامہ الحاج مفتی ابوداؤد محمد صادق صاحب قادری رضوی‘ صاحبزادہ الحاج محمد داؤد رضوی‘ صاحبزادہ الحاج محمد رؤف رضوی اور دیگر علمائے کرام واحباب اہلسنّت کا سلام بارگاہِ رسالت میں پیش کیا۔ پھر ہاتھ اُٹھا کر مبارک جالیوں کی جانب رخ کیے ہوئے ہی دعا مانگی۔ وہاں سپاہی قبلہ کی طرف رُخ کر کے دعا مانگنے کا کہتے ہیں۔ جس کی وجہ سے کعبہ کے کعبہ ﷺ کی جانب پشت ہوتی ہے۔ اس لئے زائر کو چاہئے کہ مواجہ شریف کی طرف رُخ کئے ہوئے سرکار کے وسیلے سے دعا مانگے اور نجدی سپاہیوں کی باتوں میں نہ آئے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ حاضری کا صحیح منظر لفظوں میں بیان نہیں ہوسکتا۔ الحاج محمد علی ظہوری نے صحیح کہا ہے:

منظر ہو بیاں کیسے الفاظ نہیں ملتے
جس وقت محمد (ﷺ) کا دربار نظر آئے

سنہری جالیوں میں ایک جانب یا اللہ (جل جلالک) اور دوسری جانب یا محمد (صلی اللہ علیک وسلم) رقم تھا لیکن اب سرکار کے نام مبارک کی دوسری میم کو ی سے بدل کر ”یا مجید“ بنا دیا گیا ہے۔ برا ہو فرقہ وارانہ تعصب کا جس کا یہ نتیجہ ہے کہ سرکار کا نام پاک حرف ندا کے ساتھ انہیں گوارا نہیں لیکن اسے کیا کہئے کہ مواجہ شریف کے مبارک ستونوں میں حرفِ ندا کے ساتھ یہ اشعار کندہ ہیں:

يَا خَيْرَ مَنْ دُفِنَتْ فِي الْقَاعِ اَعْظُمُهٗ
فَطَابَ مِنْ طِيْبِهِنَّ الْقَاعُ وَالْاَكَمُ
نَفْسِي الْفِدَاءُ لِقَبْرٍ اَنْتَ سَاكِنُهٗ
فِيْهِ الْعَفَافُ وَفِيْهِ الْجُوْدُ وَالْكَرَمُ

ترجمہ: اے وہ بہترین ہستی جن کا جسدِ اقدس اس میدان میں دفن کیا گیا تو اس کی خوشبو سے میدان اور ٹیلے مہک اُٹھے۔ میری جان فدا ہو اس روضۂ اقدس پر جس میں آپ تشریف فرما ہیں اس میں سراپا پاکدامنی ہیں اور اس میں صاحب جود و کرم ہیں۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

مناسب ہے کہ یہاں ان اشعار کا پس منظر بیان کر دیا جائے جو امام محمد بن موسیٰ المزالی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب ''مصباح الظلام فی المستغیثین بخیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام فی الیقظۃ والمنام'' میں یوں بیان کیا ہے:

ایک اعرابی اپنے اونٹ کو تیز دوڑاتے ہوئے آیا' اسے بٹھا کر اس کا گھٹنا باندھا۔ پھر روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر بڑے اچھے انداز میں سلام عرض کیا اور بڑی حسین دعا مانگی۔ پھر عرض کرنے لگا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کو وحی کے ساتھ مختص فرمایا اور آپ پر ایسی کتاب نازل فرمائی جس میں اولین و آخرین کا علم جمع کر دیا اور اپنی کتاب میں فرمایا اور اس کا ارشاد یقیناً برحق ہے۔

ولو انھم اذظلموا انفسھم جاؤك فاستغفروالله واستغفرلھم الرسول لوجدوا الله توابا رحیما (اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے)۔

میں آپ کی خدمت میں اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہوئے اور آپ کے رب کی بارگاہ میں آپ کی شفاعت طلب کرتے ہوئے آپ کی بارگاہ ناز میں حاضر ہوا ہوں۔ یہی وہ حاضری ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول فرمانے کا وعدہ کیا ہے۔ پھر روضۂ اقدس کی طرف متوجہ ہو کر مذکورہ بالا اشعار پڑھے۔ ''مصباح الظلام'' میں یہ شعر زائد ہے:

اَنْتَ النَّبِیُّ الَّذِیْ تُرْجٰی شَفَاعَتُهٗ
عِنْدَ الصِّرَاطِ اِذَا مَازَلَّتِ الْقَدَمِ

(جب پُل صراط پر قدم لڑکھڑا جائیں گے تو آپ ہی وہ نبی ہیں جن کی شفاعت کی اُمید کی جاتی ہے) پھر وہ اپنی اونٹنی پر سوار ہو گیا، میں کسی شک اور شبہ کے بغیر یہ کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا تو وہ مغفرت حاصل کر کے گیا ہے اور اس سے زیادہ بلیغ کوئی درخواست نہیں سنی گئی۔

(امام) محمد بن عبد اللہ عتبی نے یہ واقعہ بیان کیا اور اس کے آخر میں بیان کیا کہ مجھ پر نیند غالب آ گئی تو مجھے خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوئی۔ آپ نے مجھے فرمایا "عتبی! اس اعرابی کو جا کر ملو اور اسے خوشخبری سنا دو کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا ہے"۔

قارئین محترم مواجہہ شریف کے ستونوں پر رقم اشعار کا تعارف کچھ طویل ہو گیا۔ ذکر ہو رہا تھا امام احمد رضا کے بارگاہِ رسالت میں مقبول کلام کا، یقین جانئے امام احمد رضا کے وہ اشعار جو گذشتہ سطور میں تحریر کئے ہیں، کی تکرار کی تو ایسا دل مطمئن ہوا اور یوں محسوس ہوا کہ بارگاہِ رسالت کی حاضری مقبول ہو گئی ہے۔ اس کیفیت کو بھی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں بیان کیا ہے:

آنسو بہا کے بہہ گئے کالے گنہ کے ڈھیر
ہاتھی ڈباؤ جھیل یہاں چشمِ تر کی ہے
شر خیز شور سوز شرر دور نار نور
بشریٰ کہ بارگاہ یہ خیر البشر کی ہے

عاصی پڑے رہیں تو صلا عمر بھر کی ہے: حدیث پاک کے مطابق بارگاہِ رسالت میں روزانہ صبح و شام ستر ستر ہزار فرشتے آتے ہیں اور جو ایک مرتبہ حاضر ہو گئے اب ان کی باری قیامت تک نہ آئے گی۔ جبکہ ہر زائر کو تقریباً آٹھ دن کا قیام تو ضرور ملتا

ہے۔اسی جانب اشارہ کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

معصوموں کو ہے عمر میں ایک بار بار
عاصی پڑے رہیں تو صلا عمر بھر کی ہے

کلام الامام امام الکلام: بارِدگر عرض ہے کہ اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام سرکارِ دو عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب ہے۔لہٰذا زائرین کلام اعلیٰ حضرت کا مجموعہ ''حدائق بخشش'' ساتھ رکھیں اور بارگاہِ رسالت کی حاضری میں استغاثہ کرتے ہوئے کلام اعلیٰ حضرت سے مدد لیں۔پھر دیکھیں سرکار کا کتنا اور کیسا کرم ہوتا ہے۔بطور تبرک یہاں چند اشعار تحریر کرتا ہوں،جن میں حسن طلب اپنے عروج پر ہے:

واہ کیا جود و کرم ہے شہِ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا
میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محبّ میں نہیں میرا تیرا
تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا منہ کیا دیکھیں
کون نظروں پہ چڑھے دیکھ کے تلوا تیرا
ایک میں کیا میرے عصیاں کی حقیقت کتنی
مجھ سے سو لاکھ کو کافی ہے اشارہ تیرا

....

اپنی اک میٹھی نظر کے شہد سے
چارۂ زہرِ مصیبت کیجئے

دے خدا ہمت کہ یہ جانِ حزیں
آپ پر واریں وہ صورت کیجئے

....

میں نثار ایسا مسلماں کیجئے
توڑ ڈالیں نفس کا زنّار ہم
قسمتِ ثور و حرا کی حرص ہے
چاہتے ہیں دل میں گہرا غار ہم
اپنے مہمانوں کا صدقہ ایک بوند
مر مٹے پیاسے ادھر سرکار ہم

....

جن کو سوئے آسماں پھیلا کے جل تھل بھر دیئے
صدقہ ان ہاتھوں کا پیارے ہم کو بھی درکار ہے

....

جنہیں مرقد میں تا حشر اُمتی کہہ کر پکارو گے
ہمیں بھی یاد کر لو ان میں صدقہ اپنی رحمت کا

ایک روز بعد عصر حاضری کے موقع پر اس شعر کو جھولی پھیلا کر بارگاہِ رسالت میں پڑھنے کی سعادت حاصل کی:

لب وا ہیں، آنکھیں بند ہیں، پھیلی ہیں جھولیاں
کتنے مزے کی بھیک ترے پاک دَر کی ہے

الحمدللہ یہ بھی سرکار کا کرم تھا، کسی نجدی سپاہی کو دخل اندازی کی جراُت نہ ہوئی۔ ایک روز

شیخ محمد اعظم صاحب بھی ہمراہ تھے‘ جب حاضری دے کر ہم باہر نکلے تو شیخ صاحب کہنے لگے آپ جہاں اتنی دیر کھڑے رہے‘ وہاں کسی کو ٹھہرنے نہیں دیتے‘ نہ ہی ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگنے دیتے ہیں لیکن آپ کو کسی نے نہیں ٹوکا“۔ جواباً عرض کیا کہ ”یہ سرکار کا کرم ہے“

شب برأت کی بہار: الحمد للہ شب برأت مسجد نبوی شریف میں گزارنے کی سعادت میسر آئی۔ گذشتہ حاضری کے موقع پر دیکھا تھا کہ رات کو مسجد نبوی بند ہو جاتی ہے لیکن اب مسجد نبوی شریف کا قدیمی حصہ اور باب السلام و باب البقیع سارا سال ہی رات کو کھلے رہتے ہیں اور ساری رات عشاق مسجد نبوی شریف میں تلاوت قرآن‘ نوافل‘ درود شریف و سلام میں مگن رہتے ہیں لیکن اس مقدس رات میں تو ماشاء اللہ مسجد نبوی کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔ ایک ترکی زائر جو کہ روانی سے عربی بولتا تھا‘ سے راقم الحروف نے سوال کیا کہ کیا آپ شب برأت کے بارے میں جانتے ہیں؟ جواباً اس نے کہا کہ کیوں نہیں ہم اچھی طرح جانتے ہیں بلکہ آپ دیکھیں کہ آج کی رات جو بھی ترکی آپس میں ملتے ہیں وہ ایک دوسرے کو شب برأت کی مبارکباد دیتے ہیں۔ بفضلہٖ تعالیٰ اس نجدی پروپیگنڈے کا بھی توڑ ہوا کہ شب برأت صرف ہندو پاک میں منائی جاتی ہے۔ باقی ممالک نہیں مناتے‘ دوران گفتگو اس ترکی زائر نے کہا کہ الحمد للہ مسجد نبوی شریف کی قدیم عمارت ہمارے آباؤ اجداد نے بنانے کی سعادت حاصل کی تھی اور انشاء اللہ ہم دوبارہ آرہے ہیں۔ اس کا اشارہ ترکی میں مسلسل تیسری مرتبہ اسلام پسندوں کا بھاری اکثریت سے الیکشن جیت کر اقتدار میں آنے اور مسلمانوں کا جرأت مندانہ انداز میں عالمی سطح پر دفاع کرنے کی جانب تھا۔

ریاض الجنۃ: سرکارِ دو عالم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ”میرے گھر اور منبر کا درمیانی حصہ

جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے"۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے لمعات میں لکھا ہے کہ یہ ارشاد گرامی حقیقت پر محمول ہے۔ اس طرح کہ بروز قیامت یہ جگہ بعینہٖ جنت الفردوس میں منتقل کر دی جائے گی اور جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہو جائے گی۔ دنیا کی اور جگہوں کی طرح فنا نہ ہو گی۔ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے:

جنت میں آ کے نار میں جاتا نہیں کوئی
شکرِ خدا نوید نجات و ظفر کی ہے
یہ پیاری پیاری کیاری تیرے خانہ باغ کی
سرد اس کی آب و تاب سے آتش سقر کی ہے

امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری علیہ الرحمۃ جب مدینہ طیبہ حاضر ہوتے۔ درج ذیل اشعار پڑھتے اور زار و قطار رونے لگتے:

سب کچھ ملا جو مل گئی اس در کی حاضری
گو ملک و مال و خویش و وطن سے جدا ہوا
قابل تھا نار کے مجھے جنت ہوئی نصیب
اس در کی حاضری سے میری قسمت بدل گئی

الحمد للہ ریاض الجنۃ میں بارہا نوافل کی سعادت میسر آئی۔ بالخصوص اس جگہ پر جس کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا "بے شک میری مسجد میں ایک جگہ ہے اگر لوگ جان جائیں تو بغیر قرعہ اندازی کیے ہوئے وہاں نماز نہ پڑھ سکیں"۔ اسے ستون قرعہ ستون عائشہ رضی اللہ عنہا بھی کہتے ہیں۔ یہ نام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بچوں کی ایک جماعت نے ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ

وہ جگہ کون سی ہے؟ تو آپ خاموش رہیں۔ تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد بچے چلے گئے۔ صرف آپ کے بھانجے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیٹھے رہے۔ ان سب حضرات نے کہا کہ ہوسکتا ہے کہ اُم المومنین عبداللہ کو بتادیں' خیال رکھو کہ وہ آج کہاں نماز ادا کرتے ہیں۔ کچھ دیر بعد نکلے اور اس ستون کے پاس نماز ادا کی۔ ان کے ساتھی سمجھ گئے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں یہ جگہ متعین کر کے بتادی ہے۔ یوں ستون قرعہ کی جگہ متعین ہوئی اور اسے ستونِ عائشہ کہا جانے لگا۔

هو الحبيب الذى ترجىٰ شفاعتهٗ: الحمدللہ عاشقانِ رسول کے علم میں یہ بات ہے کہ قصیدہ بردہ شریف سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا پسندیدہ قصیدہ ہے۔ اس قصیدہ شریف کا درج ذیل پیارا شعر روضۂ اقدس کا جو قدموں کی جانب دروازہ ہے۔ اس کے قفل پر کندہ ہے:

هو الحبيب الذى ترجىٰ شفاعتهٗ

لكل هولٍ من الاهوال مقتحم

شیخ محمد عارف ضیائی مدنی علیہ الرحمۃ کی مرتبہ عظیم الشان کتاب ''سیدی ضیاء الدین احمد القادری'' کے صفحہ ۱۸ پر اس قفل شریف کا نقشہ موجود ہے۔ گذشتہ حاضری میں زیارت نہیں کر پایا تھا۔ اس مرتبہ جی بھر کر اس تالے کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ یہ شعر تالے پر رقم ہونا دراصل ایک استعارہ ہے کہ جنت کا دروازہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے کھلے گا۔

بارگاہ سید الشہداء رضی اللہ عنہ میں حاضری: جبل اُحد کے دامن میں حضرت سید الشہداء امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اور دیگر شہدائے اُحد رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مبارک قبور ہیں۔ حضرت سید الشہداء امیر حمزہ رضی اللہ عنہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے چچا ہیں۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بہت پیار کرتے تھے۔ ان کی قبر مبارک کے پاس کھڑے ہو کر آپ کو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم

نے ان القاب سے یاد فرمایا:

یا حمزہ، یا کاشف الکربات، یا حلل المشکلات، یا حمزہ، یا ذاباً عن وجہ رسول اللہ یا حمزہ، یا اسد اللہ و اسد رسول اللہ

اے حمزہ! اے مصیبتیں دور کرنے والے اے مشکلیں آسان کرنے والے اے حمزہ رسول اللہ کا دفاع کرنے والے اے اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے شیر۔

خلیفۂ اعلیٰ حضرت، قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: مدینہ منورہ میں سید الانبیاء ﷺ عالمین کے حاکم و مالک ہیں اور سید الشہداء امیر، یعنی حضرت سید الشہداء امیر حمزہ امیر مدینہ یا بالفاظِ دیگر والیٔ مدینہ ہیں۔ حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی نے سید الشہداء کی بہت سی کرامات بیان کی ہیں، ان میں سے ایک بطور نمونہ سپرد قلم کی جارہی ہے:

فقیر کی ایک عزیزہ کی اراضی مع کنواں جس پر چند بااثر افراد نے قبضہ کرلیا تھا۔ انہوں نے قاضی کے ہاں مقدمہ دائر کیا۔ مدعا علیہم نے یہ مؤقف اختیار کیا کہ یہ خاتون جس شخص کے سبب سے مالک بنتی ہے وہ اس کو طلاق دے چکا تھا اور جھوٹا طلاق نامہ پیش کردیا، جس پر دو گواہوں کے دستخط بھی تھے۔ اس کی تردید ایک کٹھن مرحلہ تھا۔ تمام متعلقین متفکر تھے۔ مگر کوئی راہ نہ نکلتی تھی۔ انہی ایام میں فقیر سید الشہداء کی بارگاہ میں حاضری کیلئے جارہا تھا۔ راستے میں مسجد مستراح سے آگے ایک جاننے والا ملا۔ سلام کے بعد کہنے لگا شیخ میرے گھر چلیں۔ فقیر نے کہا میں سید الشہداء کی بارگاہ میں حاضری کیلئے جارہا ہوں، پھر سہی۔ اس نے باصرار کہا کہ واپسی پر تشریف لائیں۔ واپسی پر راستے میں اسے منتظر پایا۔ اس کے گھر پہنچا وہ مجھے کمرہ میں بٹھا کر چلا گیا۔ تھوڑی دیر میں ایک تھیلا لے آیا۔ کہنے لگا اس میں میرے والد کے کاغذات ہیں۔ آپ جانتے

ہیں، میں پڑھا لکھا نہیں ہوں، چائے آنے تک ان کو دیکھ لیں۔ اگر کچھ کام کے ہوں تو سنبھال لوں۔ تھیلے سے کاغذات نکالتے ہی سب سے پہلے جس کاغذ پر میری نظر پڑی وہ دو گواہوں کے بیانات کی مصدقہ نقل تھی۔ ان بیانات میں میری عزیزہ کو اس شخص کی زوجہ تسلیم کیا تھا جس کو مطلقہ قرار دینے کے طلاق نامہ پر بطور گواہ انہی دونوں کے دستخط کئے ہوئے تھے۔ یہ بیانات طلاق نامہ والی تاریخ کے بعد دیئے گئے تھے۔ اس سبب وہ طلاق نامہ جھوٹا ثابت ہوا اور حق والے کو حق مل گیا۔ (ملخصاً)

الحمد للہ شیخ محمد اعظم صاحب کی گاڑی میں دو مرتبہ دن اور رات کو میدان اُحد میں حاضری ہوئی۔ سبحان اللہ بہت نورانی جگہ ہے۔ یہاں ہلکی آواز میں یوں سلام پڑھا:

ان کے آگے وہ حمزہ کی جاں بازیاں
شیر غرّان سطوت پہ لاکھوں سلام
جاں نثارانِ بدر و اُحد پر درود
حق گذارانِ بیعت پہ لاکھوں سلام

سبحان اللہ! یہاں ایسی روحانیت ہے کہ زائر پر فوراً رقت طاری ہو جاتی ہے۔ سخت سے سخت دل بھی وہاں پھوٹ پھوٹ کر روتے پائے گئے۔ جبل اُحد بھی کتنا خوش نصیب پہاڑ ہے کہ جس سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پیار کرتے تھے اور یہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار کرتا ہے۔ اس پیار کا اظہار حال ہی میں یوں بھی ہوا کہ فضا سے جبل اُحد کا جو نقشہ لے کر شائع کیا گیا ہے اس میں چوٹیوں کی ترتیب یوں بنتی ہے جیسے سرکار کا نام نامِ اسمِ گرامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم لکھا ہو۔

بول بالے میری سرکاروں کے

جنت البقیع مدینہ منورہ کا نہایت بابرکت قبرستان ہے۔ اسی کے بارے میں سرکارِ دو عالم نور مجسم ﷺ نے فرمایا تھا کہ ”اس سے ستر ہزار افراد چودھویں کے چاند کی شکل میں اُٹھائے جائیں گے اور جنت میں بے حساب داخل ہوں گے“۔ اس قبرستان میں تقریباً دس ہزار صحابۂ کرام علیہم الرضوان مدفون ہیں۔ یہاں کی حاضری مستحب ہے۔ راقم الحروف نے گذشتہ حاضری میں عصر کے بعد اس قبرستان کی زیارت کا شرف پایا تھا۔ اس مرتبہ فجر کے بعد حاضری کی سعادت ملی۔ داخل ہوتے ساتھ ہی ان بزرگ شخصیات کے قرب کی بدولت جہاں دل پر انوار و رحمت کا نزول ہوتا ہے، وہیں غم کی ایک کیفیت بھی شدت کے ساتھ طاری ہو جاتی ہے۔ رہ رہ کر یہ خیال آتا ہے کہ یہ وہ جانثارانِ اسلام ہیں جنھوں نے اپنا سب کچھ اپنے آقا و مولیٰ ﷺ اور اپنے دین پر قربان کر دیا۔ آج ان کی پُر نور قبور پر کتبہ نصب کرنا بھی شرک قرار دے دیا گیا ہے۔ افسوس صد افسوس جن کے مبارک اسمائے گرامی کا ورد بھی روحانی ترقی کا ضامن ہے۔ ان کے مبارک نام قبروں پر لکھنا، نجدیوں نے ممنوع قرار دے دیا ہے۔ اس مرتبہ ایک بدعت اور دیکھنے میں آئی کہ جنت البقیع کے دروازے کے باہر سکرینیں نصب ہیں جن پر نجدی مبلغین کے دروس جاری ہیں۔ موضوع ایک ہی ہے پختہ قبروں کی ممانعت، کتبہ لگانا شرک، دعا مانگنا شرک، شرک، شرک...... ان کا بس چلے تو صبح و شام شرک کی مالا ہی جپتے رہیں۔ ❁

حالانکہ سنن ابوداؤد شریف میں واضح حدیث شریف ہے۔ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو جب یہاں دفن کیا گیا تو نشانی کیلئے خود سرکار دو عالم ﷺ نے اپنے دست مبارک سے بڑا پتھر رکھا تھا اور یہ فرمایا تھا کہ میں اس پتھر سے اپنے بھائی عثمان کی قبر کی

نشانی قائم کرتا ہوں تا کہ اپنے اہل وعیال کو اس کے قریب دفن کرتا رہوں۔ اس حدیث پاک سے اتنا تو معلوم ہو گیا کہ سرہانے قبر کے اونچا پتھر قائم کر دیا گیا تھا مگر حضرت خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ کی روایت جو کہ بخاری شریف کتاب الجنائز میں ہے، میں ان کا یہ قول موجود ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہم جوان تھے اور ہم میں زیادہ کودنے والا وہ جوان گنا جاتا تھا جو حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی یعنی ان کی قبر کی مقدار اُونچائی کود کر پرلی طرف پہنچ جائے۔ ﴿﴾ جہاں تک کتبہ لگانے کا تعلق ہے تو اس کا رواج دورِ خلفائے راشدین میں ہو چکا تھا۔ رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے رسالے میں ۱۹۳۰ء میں ایک مضمون بعنوان "سب سے قدیم اسلامی کتبہ" چھپا تھا۔ اس میں ایک صحابی رسول حضرت عبدالرحمٰن بن خیر الحاجری رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک پر لگنے والے کتبے کا نہ صرف ذکر ہے بلکہ اس کا نقشہ بھی موجود ہے۔ جس پر سن ہجری ۳۱ مرقوم ہے۔ واضح رہے کہ یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دور خلافت ہے، جہاں تک زائرین کی سہولت اور صاحب قبر کی عظمت کے اظہار کیلئے عمارت اور گنبد بنانے کا تعلق ہے تو یہ نہ صرف جائز بلکہ موجب ثواب ہے۔ تفصیل کیلئے اکابرین اہلسنت کے رسائل جن کا مجموعہ حال ہی میں مسلم کتابوی لاہور نے "مزارات پر گنبد" کے عنوان سے شائع کیا ہے۔ مطالعہ فرمائیں۔ ﴿﴾ واضح رہے کہ جنت البقیع میں نجدی قبضے سے قبل گنبد موجود تھے، جن کا نقشہ بارہا ماہنامہ رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ کے سرورق پر شائع ہو چکا ہے۔ احقر راقم الحروف کے پاس بھی متعدد نقشہ جات موجود ہیں۔ جنت البقیع میں سب سے پہلا گنبد حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی قبر انور پر عباسی خلیفہ ابوالعباس ناصر نے ۵۱۹ھ میں بنوایا تھا۔ اسی قبہ کے سائے میں حضرت خاتون جنت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اور امام حسن مجتبیٰ، امام زین العابدین، امام جعفر صادق رضی اللہ عنہم آرام فرما ہیں۔ ایک قول کے مطابق حضرت امام

حسین رضی اللہ عنہ کا سر اقدس بھی یہیں دفن ہے۔ اس کے بعد متعدد قبہ جات بنائے گئے۔ سب سے عالی شان گنبد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی قبر انور پر تھا۔ بقیہ مقابر کی تفصیل کچھ اس طرح سے ہے۔ قبہ امہات المومنین، قبہ شاہزادۂ رسول حضرت ابراہیم، قبہ بناتِ رسول، قبہ حضرت عقیل بن ابی طالب، قبہ عماتِ رسول، قبہ سیدہ حلیمہ سعدیہ، قبہ ام علی سیدہ فاطمہ بنت اسد (رضی اللہ عنہم اجمعین) قبہ امام نافع وامام مالک رحمۃ اللہ علیہما۔

افسوس صد افسوس ان محسنین اسلام کی قبور پرنور پر سے نجدیوں نے نہ صرف گنبد شہید کئے بلکہ قبور کی بھی بے ادبی کی۔ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی قبر انور کی موجودہ حالت دیکھ کر تو شورش کاشمیری جو کہ نجدی مکتب فکر سے ہی تعلق رکھتا تھا۔ ضبط نہ کر سکا اور درج ذیل اشعار لکھ کر اپنے جذبات کا اظہار کیا:

اس سانحہ سے گنبد خضریٰ ہے پُر ملال
لختِ دلِ رسول کی تربت ہے خستہ حال
دل میں کھٹک گیا کہ نظر میں سمٹ گیا
اس جنت البقیع کی تعظیم کا خیال
اڑتی ہے دھول مرقدِ آلِ رسول پر
ہوتا ہے دیکھتے ہی طبیعت کو اختلال
جس کی نگاہ میں بنت نبی کی حیا نہ ہو
اس شخص کا نوشتۂ تقدیر ہے زوال
فیصل کی سلطنت سے ہے شورش مرا سوال
مزارات ہیں حرام تو کیا محلات ہیں حلال

شورش کاشمیری نے اپنے سفرنامے ''شب جائے کہ من بودم'' میں اس نجدی زیادتی کا

ذکران الفاظ میں کیا ہے:

''انہیں ذرہ برابر احساس نہیں کہ اس مٹی میں کون سو رہے ہیں۔ رسول مقبول علیہ وآلہ الصلوۃ والسلام کے لخت پارے ہیں۔ ان کی نورِ نظر اور اس نور نظر کے چشم و چراغ ہیں' چچا ہیں' چچا کے بیٹے ہیں' اُمت کی مائیں ہیں۔ جنت کی شاہزادیاں ہیں' امام ہیں۔ ذوالنورین ہیں' شہداء ہیں' اولیاء ہیں' فقہاء ہیں' علماء ہیں' حکماء ہیں' حلیمہ سعدیہ ہیں لیکن عرب ہیں کہ قبریں ڈھائے اور محل بنائے جارہے ہیں۔ مجھ پر کپکپی طاری ہوگئی۔ بید لرزاں کی طرح کانپنے لگا۔ دل یوں ہوگیا جس طرح کنویں میں خالی ڈول تھرتھراتا ہے۔

ضروری وضاحت: یہاں یہ وضاحت مناسب ہوگی کہ حضرت سیدہ حلیمہ سعدیہ کی قبر مبارک جنت البقیع میں بتائی جاتی ہے بلکہ سیدہ اُم ایمن اور سیدہ شیما سعدیہ کی قبور بھی وہیں بتائی جاتی ہیں۔ امام سمہودی علیہ الرحمۃ نے اس کی کوئی سند نہ ہونے کا ذکر کیا ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ جب بھی زائر وہاں جائے تو ان تینوں ہستیوں کیلئے فاتحہ خوانی مستحسن عمل ہے۔

چند اہم مدفونین بقیع: یوں تو ہزاروں کی تعداد میں صحابہ کرام واہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین جنت البقیع میں مدفون ہیں جن کے حالات پر مستقل کتب تحریر کی گئیں مگر یہاں پر چند معروف صحابۂ کرام علیہم الرضوان کے اسمائے گرامی کا ذکر کریں گے۔ کچھ کے اسمائے گرامی گذشتہ سطور میں تحریر کردیئے گئے ہیں۔ بقیہ کے اسماء یہاں درج کئے جارہے ہیں۔ حضرت سعد بن معاذ' حضرت اسعد بن زرارہ' حضرت اسید بن حضیر' حضرت سعد بن ابی وقاص' حضرت عبداللہ بن مسعود' حضرت عبدالرحمٰن بن عوف'

حضرت زید بن ثابت، حضرت ابی بن کعب، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت ابوسعید خدری، حضرت سعید بن زید، حضرت اسامہ بن زید (رضی اللہ عنہم اجمعین) مشاہیر صحابیات وسیدات اہل بیت کے چند اسمائے گرامی درج ذیل ہیں: سیدہ کائنات سیدہ فاطمۃ الزہرا، تمام امہات المومنین (سوائے حضرت خدیجہ الکبریٰ اور حضرت میمونہ) سیدہ صفیہ بنت عبدالمطلب وسیدہ عاتکہ بنت عبدالمطلب، ام علی حضرت فاطمہ بنت اسد، اُختِ علی حضرت اُم ہانی، سیدہ اُم رومان (والدہ حضرت عائشہ صدیقہ) سیدہ اُم سلیم (والدہ حضرت انس بن مالک) سیدہ اروی بنت کریز (والدہ حضرت عثمان بن عفان) (رضی اللہ تعالیٰ عنہن)

ابوالنبی حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ: سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے دار النابغہ میں مدفون تھے۔ ۱۹۷۰ء کی دھائی میں جب مسجد نبوی کی غربی جانب توسیع کیلئے زمین حاصل کی گئی تو دار النابغہ بھی اس جگہ میں شامل تھا۔ بلدیہ مدینہ طیبہ نے حضرت عبداللہ کے جسد اقدس کے ساتھ ساتھ چھ دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان کے جسد اقدس کو جنت البقیع میں منتقل کیا، جناب عبدالحمید قادری اپنی عظیم الشان کتاب "جستجوئے مدینہ" صفحہ ۶۳۲ پر لکھتے ہیں۔ "ہم نے بہت سے ذریعوں سے اس بات کی تصدیق کی ہے کہ دار النابغہ سے سیدنا عبداللہ بن عبدالمطلب کے جسد اطہر کے علاوہ چھ اور صحابہ کرام کے اجسادِ خاکی بھی برآمد ہوئے تھے پھر انہیں اسی رات بقیع الغرقد میں دوبارہ دفن کر دیا گیا تھا۔ ان سب کے اجسادِ خاکی بالکل سلیم اور تروتازہ نکلے تھے۔ اسی طرح کا معاملہ مشہور صحابی حضرت مالک بن سنان کے ساتھ بھی پیش آیا تھا۔ یہ تمام مقامات اب مسجد نبوی کی مغربی جانب میں توسیع شدہ عمارت کا

حصہ بن چکے ہیں۔ محتاط اندازے کے مطابق یہ جگہ مغرب میں باب العقیق کے تھوڑا اندر کی طرف ہے"۔ راقم الحروف نے بھی بعض احباب سے سنا تھا کہ حضرت سیدنا عبداللہ کا جسد اقدس نہ صرف صحیح و سالم تھا بلکہ کفن کا کپڑا بھی محفوظ تھا۔ اس کپڑے کو ہاتھ لگانے سے ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے کلف لگا ہوا ٹھا ہو۔

❖ اسی کتاب کے صفحہ ۶۳۰ پر یہ ایمان افروز واقعہ بھی موجود ہے کہ شارع حبیب پر مسجد نبوی شریف کے جنوب میں کھدائی ہو رہی تھی تو سطح زمین سے تقریباً چار میٹر نیچے سے ایک پرانی قبر سے ایک خوبصورت نوجوان کی میت برآمد ہوئی، جن کی داڑھی گھنی اور سیاہ تھی اور جسم پوری طرح سلیم تھا اور حیرانی کی بات یہ تھی کہ وہ میت اپنی آنکھیں کھول کر کھدائی کرنے والوں کی طرف غور سے دیکھ رہی تھی۔ فاضل مصنف کے خیال میں وہ میت شہدائے اُحد میں سے کسی کی تھی۔ اس کے بعد اس میت کو پورے احترام کے ساتھ بقیع الغرقد میں دفن کر دیا گیا"۔ (ملخصاً)

حضرت مالک بن سنان کے جسد اقدس کی منتقلی: حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ غزوہ اُحد میں شدید زخمی حالت میں مدینہ طیبہ لائے گئے تھے۔ انہی زخموں کی وجہ سے آپ کی شہادت آپ کے گھر میں ہوئی۔ آپ کو گھر میں ہی دفن کیا گیا تھا۔ ان کا مزار مشہور تھا اور اس کے ساتھ ایک چھوٹی سی مسجد بھی تھی۔ پچھلے توسیعی منصوبے میں یہ سارا علاقہ مسجد نبوی میں شامل ہو گیا اور حضرت مالک بن سنان کا جسد اقدس بھی جنت البقیع میں منتقل کیا گیا۔ (ایضاً صفحہ ۶۳۷، ملخصاً)

امام مالک: فقہ مالکیہ کے پیشوا، عظیم محدث حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے اس اُمید پر ساری عمر مدینہ طیبہ میں بسر کر دی کہ یہیں پر موت و دفن کی سعادت ملے۔ اللہ نے ان کی

آرزو پوری کی۔ ان کا نہ صرف شہر رسول میں انتقال ہوا بلکہ بقیع شریف میں دفن ہونے کا اعزاز بھی مل گیا۔

خلفائے اعلیٰ حضرت، جنت البقیع میں: اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا خاں محدث بریلوی علیہ الرحمۃ کے دو پاکستانی خلفاء بھی جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ پہلے تو عالمی مبلغ اسلام مولانا شاہ محمد عبدالعلیم صدیقی علیہ الرحمۃ ہیں، جنہیں قائد اعظم محمد علی جناح سفیر اسلام کہتے تھے۔ جن کی اقتداء میں قائداعظم نے پاکستان میں پہلی نماز عید ادا کی، جن کے بڑے بھائی مولانا نذیر احمد صدیقی نے قائداعظم کا نکاح پڑھایا۔ یہ وہی مولانا عبدالعلیم ہیں، جن کے بارے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا نے فرمایا تھا:

؎ عبدعلیم کے علم کو سن کر...... جہل کی بہل بھگاتے یہ ہیں

انہوں نے ہی دنیا کے طول و عرض کا تبلیغی دورہ فرما کر ہزاروں کفار کو دائرہ اسلام میں داخل کیا، جن کے صاحبزادے مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی نے ان کے مشن کو نہ صرف قائم رکھا بلکہ آگے بڑھایا۔ مولانا عبدالعلیم صدیقی عمر کے آخری سال مدینہ طیبہ میں مقیم ہو گئے تھے۔ یہیں ۶۳ برس کی عمر میں وصال فرمایا اور جنت البقیع میں ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قدموں کی جانب دفن ہوئے۔

قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی: یہ کلاسکے ضلع سیالکوٹ کے رہنے والے تھے۔ علوم دینیہ حاصل کرنے کے بعد صرف اٹھارہ برس کی عمر میں اعلیٰ حضرت نے انہیں اجازت و خلافت عنایت فرما دی تھی۔ نو سال بغداد شریف رہے پھر ستتر برس مدینہ طیبہ میں گزارے۔ ہر شب ان کے کاشانہ اقدس میں محفل میلاد شریف ہوتی تھی، جس میں دنیا

بھر سے آئے ہوئے مہمانانِ رسول شرکت کرتے تھے۔ یہاں تک کہ جب ہسپتال میں داخل تھے تب بھی یہ معمول نہ چھوڑا۔ نجدی کہتے تھے محفل میلاد شیخ کے جسم میں خون بن کر دوڑ رہی ہے۔ ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۱ء میں مدینہ طیبہ میں انتقال فرمایا۔ جنازہ آپ کے خلیفہ شیخ محمد علی مراد شامی نے پڑھایا۔ جنت البقیع میں حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے قدموں کی جانب صرف ساڑھے تین میٹر کے فاصلے پر دفن ہوئے۔ آپ کے صاحبزادے مولانا فضل الرحمٰن مدنی ولی کامل تھے۔ انہوں نے آپ کا محفل میلاد شریف کا معمول جاری رکھا۔ اسی وجہ سے قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ ان کی رحلت کے بعد اب ڈاکٹر محمد رضوان مدنی سجادہ نشین ہیں۔ حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمۃ کو عالم اسلام کے جید علماء نے قطب مدینہ کے لقب سے یاد فرمایا۔ پوری دنیا میں آپ کے خلفاء موجود ہیں۔ آپ کی عظیم الشان سوانح عمری ''سیدی ضیاء الدین احمد القادری'' کے نام سے آپ کے مرید و خلیفہ شیخ محمد عارف مدنی ضیائی علیہ الرحمۃ نے مرتب و شائع کرنے کا اعزاز حاصل کیا تھا۔ شیخ محمد عارف مدنی ضیائی فنافی الشیخ تھے۔ اپنے مرشد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے عمر در حبیب پر بسر کر دی۔ آخر جنت البقیع میں دفن ہونے کا اعزاز حاصل کر لیا۔ یہ شیخ محمد عارف ضیائی وہی ہیں جو مرکزی مجلس رضا لاہور کے پہلے صدر تھے۔ اعلیٰ حضرت کی حیات و خدمات کو متعارف کروانے میں آپ کا بڑا کردار ہے۔ مندرجہ بالا کتاب کے علاوہ محدثِ اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد علیہ الرحمۃ کے استاذ بھائی رئیس التارکین مولانا شاہ محمد حبیب الرحمٰن الہ آبادی کی سوانح عمری بھی مرتب کر لی تھی لیکن زیورِ طباعت سے ابھی آراستہ نہ ہو سکی تھی، کہ پیغام اجل آ گیا۔ شیخ محمد عارف صاحب کے منہ بولے بھائی، جناب محمد عبدالعزیز خان قادری ضیائی عمید الحزب القادریہ لاہور سے راقم الحروف نے گذارش کی تھی کہ یہ سوانح عمری شائع کر دیں۔ انہوں نے مدینہ طیبہ سے لانے کا وعدہ کیا

تھا دیکھئے شیخ محمد عارف مدنی ضیائی کا یہ شاہکار کب منظر عام پر آتا ہے۔ احقر راقم الحروف کو شیخ محمد عارف ضیائی صاحب نے دلائل الخیرات شریف کی اجازت مرحمت فرمائی تھی۔ بعد میں جناب عبدالعزیز خان صاحب کے ذریعے سے اجازت نامہ بھی بھیجا تھا۔ مدینہ منورہ کا یہ تبرک احقر کے پاس موجود و محفوظ ہے۔

مدفونین بقیع کی بارگاہ میں سلام: پہلی دفعہ حاضری کے موقع پر راقم الحروف حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی قبر شریف تک چلا گیا تھا۔ پھر بعض احباب کے ذریعے سے پتہ چلا کہ غالب گمان ہے کہ بعض راستے قبور شریف کو شہید کر کے بنائے گئے ہیں۔ لہٰذا اس مرتبہ دروازے سے داخل ہو کر آغاز ہی میں رک کر سلام عرض کیا۔ فاتحہ خوانی کی اور قبور شریف کی دور سے ہی زیارت کرتا رہا۔ دوسری مرتبہ رات گئے بقیع شریف کی دیوار کے ساتھ ساتھ تقریباً درمیان میں چہرہ کی جانب رُک کر کافی دیر تک سلام و دعا کا اہتمام کیا۔ سلام عرض کرنے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے شہرۂ آفاق سلام سے مدد لی۔ ذرا دیکھئے اکابر صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار کی بارگاہ میں کس قدر خوبصورت انداز میں سلام پیش کیا گیا ہے۔

حضرت سیدنا عثمان غنی

زاہد مسجد احمدی پر درود
دولت جیشِ عسرت پہ لاکھوں سلام
دُرِ منثور قرآں کی سلک بھی
زوجِ دو نورِ عفت پہ لاکھوں سلام

یعنی عثمان صاحب قمیص ہدیٰ
حُلّہ پوشِ شہادت پہ لاکھوں سلام

حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

جس کا آنچل نہ دیکھا مہ و مہر نے
اس ردائے نزاہت پہ لاکھوں سلام

سیدہ زاہرہ طیبہ طاہرہ
جانِ احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

بنتِ صدیق آرام جان نبی
اس حریم برأت پہ لاکھوں سلام

یعنی ہے سورۂ نور جن کی گواہ
ان کی پُرنور صورت پہ لاکھوں سلام

جمیع ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن

اہلِ اسلام کی مادرانِ شفیق
بانوانِ طہارت پہ لاکھوں سلام

حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ

حسنِ مجتبیٰ سید الاسخیاء
راکب دوشِ عزت پہ لاکھوں سلام

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

اس شہید بلا شاہ گلگوں قبا
بے کس دشتِ غربت پہ لاکھوں سلام

جمیع صحابہ کرام واہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم

ان کے مولیٰ کے ان پر کروڑوں درود
ان کے اصحاب و عترت پہ لاکھوں سلام

سلام پیش کرتے ہوئے بار بار یہ خیال آتا تھا کہ سبحان اللہ تاریخ اسلام کا دامن کیسے کیسے ہیروں سے بھرا ہوا ہے۔ ہمارے اسلاف کتنی عظیم شخصیات تھیں، انہوں نے کتنی محنت سے ہم تک دین اور عشق رسول کی دولت پہنچائی۔ اللہ عزوجل ان کی قبور پر قیامت تک رحمت ورضوان کے پھول برسائے۔ امام بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے:

کیسے آقاؤں کا بندہ ہوں رضا
بول بالے میری سرکاروں کے

رہے گا یونہی ان کا چرچا رہے گا

ذکر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے خود بلند فرمایا ہے۔ یہ کسی کے نیچا کرنے سے نہ نیچا ہو سکتا ہے، نہ کسی کے روکنے سے رُک سکتا ہے۔ اس کے بہت سے دلائل کے ساتھ ساتھ ایک دلیل یہ بھی ہے کہ حرمین شریفین پر نجدی قبضے کے بعد محفل میلاد شریف ممنوع قرار دے دی گئی۔ محفل کا اہتمام کرنے والوں کو سزائیں دی گئیں لیکن یہ محافل بفضلہٖ تعالیٰ

جاری وساری رہیں۔ بالخصوص مدینہ منورہ کے اندر کتنی کثرت سے محافل میلاد کا انعقاد ہوتا ہے۔ اس کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ احقر راقم الحروف نے آٹھ روزہ قیام مدینہ میں سے پانچ راتیں محافل میلاد میں حاضری کی سعادت حاصل کی۔ ان میں سے کچھ پاکستانی حجاج کے زیر اہتمام تھیں جبکہ کچھ اہل مدینہ کے زیر انتظام تھیں۔ (سبحان اللہ)

؎ یہ ذکر وہ ہے کہ جس کا ذمہ لیا ہے خود خالق جہاں نے
ہم آج ہیں کل یہاں نہ ہوں گے یہ محفل سدا سجی رہے گی

زیر نظر سطور میں اختصار کے ساتھ مدینہ منورہ کی محافل میلاد کا تذکرہ کرنے کی سعادت حاصل کی جا رہی ہے۔

آستانہ قطب مدینہ میں محفل میلاد شریف: خلیفۂ اعلیٰ حضرت، قطب مدینہ مولانا محمد ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی رہائش گاہ میں جو کہ باب مجیدی کے سامنے تھی تا عمر محفل میلاد شریف کا معمول جاری رکھا۔ پوری دنیا سے آئے ہوئے نعت خواں حضرات عربی، فارسی، اُردو، انڈونیشن اور دیگر زبانوں میں نعت شریف پڑھنے کی سعادت حاصل کرتے۔ راقم الحروف کے والد گرامی جناب الحاج رشید احمد چغتائی قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی حضرتِ قطب مدینہ کی موجودگی میں نعت شریف پڑھنے کی سعادت ملی تھی۔ یونہی دنیا بھر سے آئے ہوئے علمائے کرام شانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرماتے۔ پاک و ہند سے تعلق رکھنے والے جن علمائے کرام کو یہ سعادت میسر رہی ان میں سے چند کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

محدثِ اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد قادری چشتی، غزالیٔ زماں علامہ سید

احمد سعید کاظمی، شیخ الحدیث مفتی محمد نور اللہ نعیمی، مفسر قرآن مفتی احمد یار خاں نعیمی، خطیب پاکستان مولانا محمد شفیع اوکاڑوی، سلطان الواعظین مولانا ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی (رحمۃ اللہ علیہم)، نباضِ قوم مفتی ابوداؤد محمد صادق ﷾ ☆ یاد رہے کہ خلیفۂ قطب مدینہ شیخ محمد علی مراد شامی رحمۃ اللہ علیہ بھی بیان کی سعادت حاصل کرتے رہے۔ شیخ محمد علی مراد رحمۃ اللہ علیہ شام کے رہنے والے تھے۔ شام کی اقلیتی رافضی حکومت نے آپ کے خاندان کے بیشتر علمائے کرام کو شہید کر دیا تھا، جس کی وجہ سے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ مقیم ہو گئے تھے۔ آپ کا انتقال یہیں ہوا اور جنت البقیع شریف میں تدفین کی سعادت پائی۔

افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ شام کے اہلسنّت پر رافضی حکومت کی جانب سے ان دنوں ظلم کا سلسلہ ایک مرتبہ پھر جاری ہے۔ یہاں تک کہ سنی اکثریت کے علاقوں پر بمباری ہو رہی ہے۔ ایک ایک دن میں سینکڑوں مسلمان شہادت کا جام نوش کر رہے ہیں۔ اللہ پاک ان کی امداد فرمائے اور رافضی حکومت کے جبر سے جان چھڑائے۔ ﴿﴾

حضرت قطب مدینہ کے زیرِ اہتمام اس محفل میلاد شریف میں مشائخ کرام بھی رونق افروز ہوتے۔ امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری، مفتیٔ اعظم ہند مولانا شاہ مصطفےٰ رضا خان کا چونکہ قیام ہی حضرت قطب مدینہ کے آستانے پر ہوتا تھا۔ لہٰذا تقریباً روزانہ تشریف فرما ہوتے۔ مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمٰن الٰہ آبادی اور نبیرۂ امیر ملت پیر سید حیدر حسین شاہ علی پوری بھی اس محفل کے حاضر باش تھے۔

حضرت قطب مدینہ کے وصال کے بعد آپ کے صاحبزادے جلیل القدر عالم دین، ولی کامل حضرت مولانا فضل الرحمٰن مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اس معمول کو جاری رکھا۔ انہیں محفل میلاد کے انعقاد کی پاداش میں قید و بند کی صعوبتوں سے بھی گزرنا پڑا لیکن بحمدہٖ تعالیٰ محفل کے معمول میں فرق نہ آیا۔ ان کے انتقال کے بعد ان کے صاحبزادے

مسجد نبوی شریف

بابِ الصدیق دورِ ترک

مسجد نبوی شریف کا اندرونی منظر، آب زم زم کے کولر اور ممبرِ رسول ﷺ

مسجد قبلتین (مدینہ منورہ)
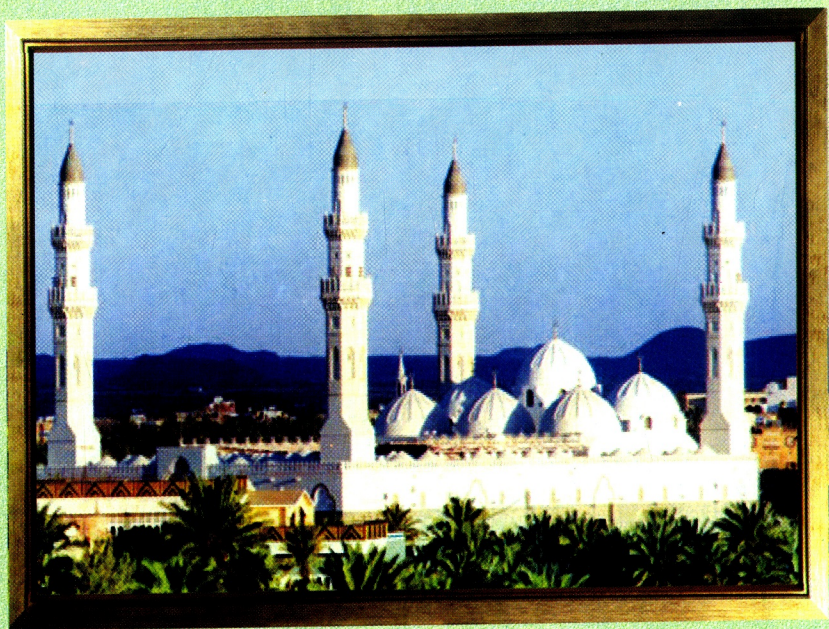
مسجد قباء (مدینہ منورہ)

وہ مبارک مقام جہاں دس ہزار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے
سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی جو بیعت رضوان کے نام سے مشہور ہے
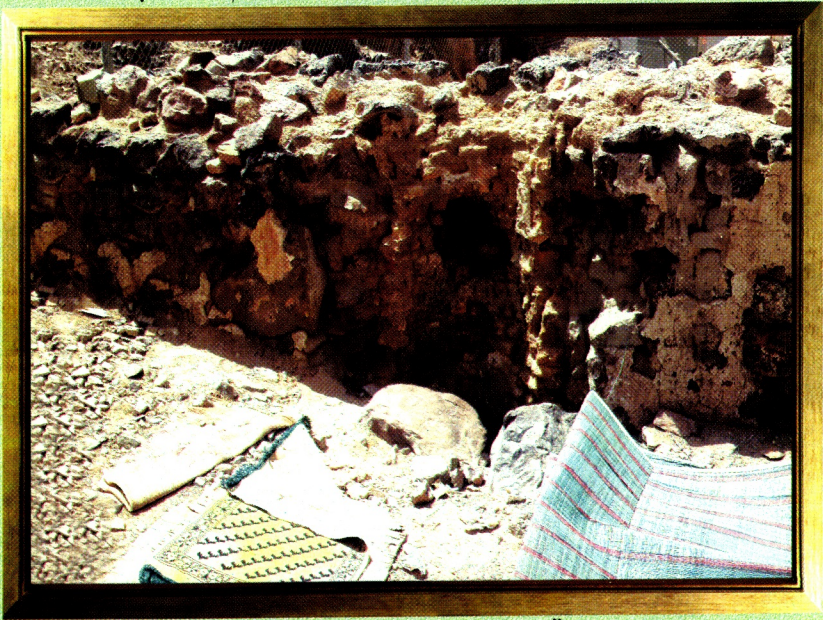
غزوہ اُحد کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقام پر نمازیں ادا فرمائیں
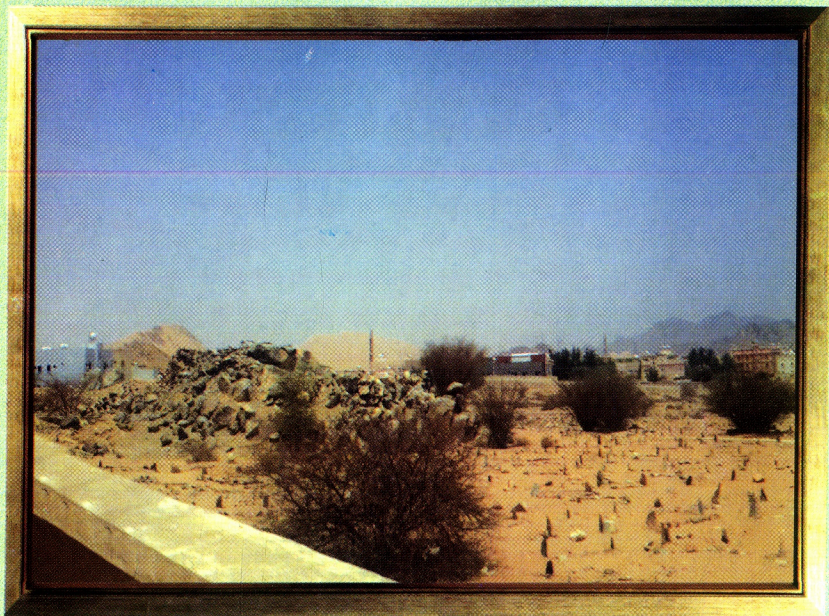
مزاراتِ شہدائے بدر

مقام بدر جہاں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا فرمائی تھی اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی امداد کے لیے فرشتوں کو نازل فرمایا تھا

جناب ڈاکٹر محمد رضوان مدنی کے زیر اہتمام محفل میلاد شریف ان کے گھر حارہ شرقیہ نزد مرکز اسعاف (قدیم) میں ہر جمعرات کو منعقد ہوتی ہے۔ گذشتہ حاضری کے موقع پر راقم الحروف کو اس محفل میں ڈاکٹر صاحب کے حکم پر خطاب کی سعادت ملی تھی۔ دورانِ خطاب جب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام پڑھا تو ڈاکٹر صاحب کی خوشی دیدنی تھی۔ اس مرتبہ راستہ بھول جانے کے سبب تاخیر ہوگئی۔ شیخ محمد اعظم اور ان کے بیٹے احمد رضا ہمراہ تھے۔

ہم مدینے میں تنہا نکل جائیں گے
اور گلیوں میں قصداً بھٹک جائیں گے

والا معاملہ درپیش تھا۔ آخر بسیار تلاش کے بعد ڈھونڈ لیا لیکن محفل میں جس وقت حاضری ہوئی تو اختتامی دعا جاری تھی۔ پھر بھی شکر کیا کہ دعا میں شرکت ہوگئی۔ محفل کے بعد حسب سابق وسیع لنگر کا اہتمام تھا۔ چار چار یا پانچ پانچ حضرات ٹولیوں کی صورت میں ایک ہی تھال سے پلاؤ تناول کر رہے تھے۔ مدنی ضیافت کا یہ انداز بہت اچھا لگا۔ ڈاکٹر محمد رضوان مدنی صاحب سے ملاقات میں جب شیخ طریقت مولانا علامہ الحاج مفتی ابوداؤد محمد صادق قادری رضوی مدظلہ کا ذکر ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ "مولانا علامہ ابوداؤد محمد صادق متقی، پرہیز گار، زبردست عالم دین ہیں۔ ان کو اور ان کے صاحبزادگان کو میرا بہت بہت سلام کہیں"۔ اس ہفتہ وار محفل کے انتظام وانصرام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے جناب صوفی محمد اقبال قادری صاحب سے بھی ملاقات ہوئی۔

شیخ زکریا مہاجر مدنی علیہ الرحمۃ کے ہاں محفل: شیخ زکریا بخاری مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ہر جمعۃ المبارک کو محفل منعقد ہوتی تھی۔ بخارا سے تعلق رکھنے والے یہ بزرگ بھی ستر سے زائد برس سے مدینہ منورہ میں مقیم تھے۔ گذشتہ حاضری کے موقع پر ان کی محفل میں

حاضری ہوئی' سمرقند و بخارا کے حجاج مجمع میں کافی تعداد میں موجود تھے۔ یہاں پر پہلے تو قرآن شریف پڑھا گیا پھر ختم شریف جس میں چاروں قل شریف' سورت فاتحہ اور سورۃ البقرہ کی ابتدائی آیات اور ختم شریف میں پڑھی جانے والی آیات باآواز بلند پڑھی گئیں پھر عربی زبان میں دعا ہوئی اور نام لے کر ایصالِ ثواب کیا گیا۔ دعا ابھی مکمل نہ ہوئی تھی کہ شیخ زکریا رحمۃ اللہ علیہ کو وہیل چیئر پر لے جایا گیا۔ افسوس ہوا کہ دست بوسی نہ ہو سکی لیکن اسے کیا کہیئے کہ صرف دو دن بعد مسجد نبوی شریف میں ان کے ہمراہ گھنٹوں تک حاضری رہی۔ دست بوسی کے ساتھ ساتھ تبادلۂ خیال کا موقع بھی ملا۔ اس مرتبہ حاضری پر معلوم ہوا کہ شیخ زکریا اپنی خواہش کے عین مطابق مدینہ منورہ میں انتقال اور جنت البقیع میں تدفین کی منزل پا چکے ہیں۔

دلائل الخیرات شریف کی دھوم: نجدی حکومت نے درود شریف کی شہرۂ آفاق کتاب دلائل الخیرات شریف پر بھی پابندی عائد کر رکھی ہے لیکن اس کے باوجود مسجد نبوی شریف میں اکثر عاشقانِ رسول دلائل الخیرات شریف کا ورد کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ میں ایک روز دوپہر کے وقت اس برآمدے میں بیٹھا تھا' جس سے گنبد خضرا شریف کی زیارت ہوتی ہے اور قبلہ رخ بیٹھنا بھی ممکن ہوتا ہے۔ اس برآمدے کو اہل محبت سنی برآمدہ کہتے ہیں۔ کیونکہ پاک و ہند کے اکثر عاشقان رسول یہیں پائے جاتے ہیں۔ ایک بزرگ نہایت نورانی صورت والے میرے پاس آ کر بیٹھ گئے اور اپنی جیب سے دلائل الخیرات شریف کا ایک نہایت خوبصورت نسخہ نکال کر پڑھنے لگے۔ خواہش ہوئی کہ جب یہ ایک حزب پڑھ لیں تو ان سے لے کر آج کا سبق پڑھ لوں گا کہ راقم الحروف کی دلائل الخیرات شریف رہائش گاہ پر موجود تھی لیکن وہ بزرگ مسلسل پڑھے جا رہے تھے۔

معلوم ہوا کہ دلائل الخیرات شریف ختم کرنا چاہتے ہیں۔ان سے تعارف پر بڑی خوشی ہوئی کہ یہ عالمی مبلغ اسلام، ورلڈ اسلامک مشن کے سیکرٹری جنرل مولانا علامہ قمر الزمان اعظمی صاحب ہیں۔انگلینڈ میں عرصہ دراز سے تبلیغ اسلام میں مصروف ہیں۔ان کے تعارف کے ایک اور حوالے سے بڑی اپنائیت محسوس ہوئی کہ یہ محدثِ اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد قادری چشتی کے استاد بھائی حافظ ملت مولانا عبدالعزیز محدث مبارک پوری بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور کے شاگرد رشید ہیں۔فرمانے لگے کہ "مولانا علامہ ابوداؤد محمد صادق قادری رضوی نے سنیت کیلئے بڑا کام کیا ہے۔جگر گوشۂ محدث اعظم غازی محمد فضل احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے چہلم کے موقع پر تھوڑی دیر کیلئے ان سے ملاقات ہوئی تھی۔اللہ تعالیٰ انہیں صحت کاملہ عطا فرمائے۔انہیں میرا اسلام کہہ دیں"۔مولانا قمر الزمان اعظمی کو حضور مفتیٔ اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں بریلوی اور پیر طریقت حضرت سید محمد مختار اشرف کچھوچھوی سجادہ نشین سرکار کلاں کچھوچھہ شریف سے اجازت وخلافت کا اعزاز حاصل ہے۔انہوں نے راقم الحروف کو گنبد خضراء کے سائے میں دلائل الخیرات شریف اور تمام اوراد و وظائف کی اجازت مرحمت فرمائی۔

ہر دور میں گونجے گا یا رسول اللہ: مخالفین یہ مغالطہ دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ صرف برصغیر کے سنی مسلمان ہی کہتے ہیں لیکن ایک روز سنی برآمدے میں ہی ایک ترکی نوجوان کو ایک کتاب سے یہ درود شریف پڑھتے دیکھا:

الف الف صلوۃ و الف الف سلام علیك یا رسول اللہ

معلوم ہوا کہ یہ اوراد و وظائف وہ ہیں جو ہر نماز کے بعد پڑھنے کیلئے ان کو ان کے پیر صاحب نے تلقین کئے ہیں۔میں نے ان سے کتاب لے کر یہ پیارے پیارے الفاظ

چوم کر آنکھوں سے لگالئے۔ ترکی نوجوان جو کہ عربی اور انگلش سے نابلد تھا اور ترکی زبان ہی بولتا تھا' نے تحفتہً یہ کتاب راقم الحروف کو عنایت کی بلکہ ''تسبیحاتِ نماز'' کے عنوان سے ایک اور کتاب بھی دے دی۔ اس کے ساتھ ساتھ اپنی زبان میں ہی بہت کچھ خوشی کے ساتھ بولتا رہا لیکن کیا کیا جائے کہ یہاں پر ''زبان یار من ترکی و من ترکی نمی دانم'' والا معاملہ محاورتاً نہیں بلکہ حقیقتاً درپیش تھا۔ لہٰذا اشاروں کی زبان سے ہی کام چلایا۔ یہاں یہ بات بھی عرض کرنا ضروری ہے کہ ترکی میں اکثریت اہلسنت کی ہے اور فقہی لحاظ سے بھی تقریباً سبھی حنفی ہیں۔ جب بھی ترکی حضرات ہندوپاک کے حجاج کو حنفی طریقے سے نماز پڑھتا دیکھتے ہیں تو بہت خوش ہوتے ہیں۔ راقم الحروف کو یاد ہے کہ ایک مرتبہ مکی حرم میں احباب نے اپنی باجماعت نماز فجر ادا کی تو ایک ترکی بزرگ نہایت غور سے دیکھتے رہے۔ جیسے ہی نماز سے فارغ ہوئے تو انہوں نے امام صاحب کا ماتھا چوم کر بڑی خوشی کا اظہار کیا۔

درود شریف سے منہ خوشبودار بناؤ: الحمدللہ حرمین شریفین میں جگہ جگہ ایسے کتبے اور اسٹیکرز لگے ہوئے نظر آتے ہیں' جس سے رسول اللہ ﷺ سے محبت اور ان کے ذکر پاک کی رفعت کا اظہار ہوتا ہے۔ یہ اسٹیکرز اور کتبے ۲۰۰۵ء کی حاضری میں نظر نہیں آئے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یورپی ممالک میں جو توہین رسالت کے واقعات ہو رہے ہیں۔ ان کے ردِّ عمل میں یہ عشق و محبت رسول ﷺ کے اظہار ہو رہے ہیں' جو کہ اس سے قبل عرب شریف میں نہیں ہوتے تھے یا کرنے نہیں دیئے جاتے تھے۔ ان محبت بھرے کلمات میں سے چند یہاں درج کئے جا رہے ہیں۔ ایک دکان پر راقم الحروف نے یہ لکھا دیکھا:

كلنا فداك يا رسول الله

جس کا مطلب ہے "اے اللہ کے رسول ہم سب آپ پر قربان"

توجہ فرمایئے: رسول اللہ ﷺ کو حرف ندا سے پکارنے سے مسلک اہلسنت کا کتنی خوبصورتی سے اظہار کیا گیا ہے۔ جدہ شریف اور مکۃ المکرمہ کے درمیانی راستے میں ایک بہت بڑا کتبہ جسے روشنیوں سے منور کیا گیا تھا، پر جلی حروف میں لکھا ہوا تھا:

"السلام علیك ایھا النبی ورحمة اللہ وبرکاتہ"

اسی طرح مدینہ منورہ اور مکۃ المکرمہ کے درمیانی راستے پر آنے جانے والی دونوں سڑکوں پر محیط ایک بہت بڑے بورڈ پر آیت درود ان اللہ وملئکتہ ......الخ۔تحریر کی گئی تھی۔ مدینہ منورہ میں مسجد الاجابہ کے دروازے پر ایک اسٹیکر چسپاں تھا جس پر یہ ایمان افروز عبارت تحریر کی گئی تھی۔

عطر فمك بالصلوة علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

یعنی اپنے منہ کو رسول اللہ ﷺ پر درود پڑھ کر خوشبودار بناؤ۔

اہل مدینہ میں سے ایک کے پیارے پیارے گھر میں جانا ہوا تو دروازے پر یہ پیاری عبارت مرقوم تھی۔

یا داخل الدار، صل علی النبی المختار

اے گھر میں داخل ہونے والے نبی مختار ﷺ پر درود شریف پڑھو۔ ﴿﴾ یہ صورت حال دیکھ کر کہ باوجود روکنے کے رسول اللہ ﷺ کا ذکر لحہ بہ لحہ بڑھتا ہی جا رہا ہے۔ بے ساختہ امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر زبان پر جاری ہو جاتا ہے:

؎ رہے گا یونہی ان کا چرچا رہے گا
پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے

....

سرکار کے قدموں کے نشاں ڈھونڈ رہا ہوں

یوں تو مسجد نبوی شریف کا ہر حصہ باعث برکت ہے لیکن عہد نبوی کی مسجد نبوی کی جو حدود ہیں' ان کی بات ہی کچھ اور ہے اور اس میں سے بھی خاص طور پر وہ مقامات جہاں سرکار دو عالم ﷺ اکثر تشریف رکھتے تھے یا نماز ادا فرماتے تھے' خصوصی فضیلت و اہمیت کے حامل ہیں۔ اہل محبت ان بابرکت جگہوں کی زیارت کر کے خوب فیض و برکت حاصل کرتے ہیں۔ کیوں نہ ہو کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان بھی منبر نبوی کو احترام سے چھوتے اور ہاتھوں کو اپنے چہروں پر پھیر لیتے تھے۔ (شفاء شریف) زیر نظر سطور میں اختصار کے ساتھ ان مبارک مقامات کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

محراب نبوی: اگرچہ عہد نبوی میں مساجد میں محراب نہیں بنائی جاتی تھی۔ محراب بنانے کا آغاز حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور سے ہوا۔ یہاں ہماری مراد مصلّیٰ نبوی ہے جہاں قیام فرما ہو کر سرکارِ مدینہ ﷺ نماز ادا فرماتے تھے۔ موجودہ صورت اب محراب کی سی ہے اور یہ محراب ریاض الجنۃ میں واقع ہے۔ سرکارِ دو عالم ﷺ کی سجدہ گاہ محراب کی دیوار میں آگئی ہے۔ اب جو زائر یہاں نماز ادا کرتا ہے تو اس کا سر اس مقام پر ہوتا ہے جہاں سرکارِ دو عالم ﷺ کے قدم شریف ہوتے تھے۔ (سبحان اللہ)

ے تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا منہ کیا دیکھیں
کون نظروں پہ چڑھے دیکھ کے تلوا تیرا

جہاں تک تحویل قبلہ سے قبل جب بیت المقدس کی جانب رخ کر کے نماز پڑھی جاتی تھی' والے مصلّیٰ نبوی کا تعلق ہے وہ کہاں واقع ہے تو اس کا تعین یوں ممکن ہے کہ اگر آپ ستون مخلقہ کو اپنی پشت پر رکھ کر شام کی جانب (یعنی شمال کی طرف) سیدھا چلیں کہ

ستونِ مخلقہ آپ کے پیچھے ہو تو جب آپ اس مقام پر پہنچیں گے جہاں بابِ عثمان (موجودہ باب جبریل) آپ کے داہنی جانب ہو تو آپ اس وقت کی مسجد کے صحن کے اندر ہوں گے۔ رسول اللہ ﷺ کا مصلیٰ اسی جگہ پر واقع تھا۔ (جستجوئے مدینہ صفحہ ۴۵۰)

محراب تہجد: اس جگہ پر سرکارِ دو عالم ﷺ نمازِ تہجد ادا فرماتے تھے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان بھی آپ کی اتباع میں یہاں تہجد کی نماز ادا کرنے لگے۔ اسطوانہ تہجد تو حجرۂ مطہرہ کے اندر آ گیا ہے۔ جس سے متصل سرکارِ دو عالم ﷺ کا مصلیٰ تہجد کیلئے بچھایا جاتا تھا۔ اسی سے متصل جو جگہ ہے اسے عام فرش سے بلند رکھا گیا ہے اور محراب تہجد کا نام دیا گیا ہے، یہاں پر نوافل کی ادائیگی کا کیف و سرور ہی عجیب ہے۔

مقدس ستونوں کا تعارف: اسطوانہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا تعارف اور فضیلت تو گذشتہ مضامین میں بیان ہو گئی تھی، یہاں چند مزید اسطوانات کا ذکر کیا جا رہا ہے:

اسطوانہ مخلقہ: یہ ستون محراب نبوی سے متصل ہے۔ "خلوق" ایک قسم کی خوشبو ہوتی ہے اور عربی زبان میں مخلقہ اس جگہ کو کہتے ہیں جس پر یہ خوشبو لگائی گئی ہو۔ نبی کریم ﷺ نے اس پر خوشبو لگانے کا حکم دیا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ اس ستون پر بے دھیانی میں کسی نے تھوک دیا تھا، جسے سرکارِ دو عالم ﷺ نے بنفسِ نفیس کھرچ ڈالا۔ صحابۂ کرام علیہم الرضوان اس پر خوشبو لگاتے تھے۔

اسی ستون کے قریب وہ لکڑی کا تنا تھا جس سے ٹیک لگا کر رسول اللہ ﷺ خطبہ ارشاد فرمایا کرتے تھے، جب منبر پیش کیا گیا۔ سرکار اس پر تشریف فرما ہوئے تو یہ کھجور کا سوکھا ہوا تنا زار و قطار رونے لگا۔ ایسے لگتا تھا کہ فرطِ غم سے وہ پھٹ جائے گا۔ نبی کریم ﷺ بنفسِ نفیس منبر مبارک سے نیچے تشریف لائے اور اس تنے کو اپنی بانہوں میں لے

لیا اور اس کو تسلی دینا شروع کر دی۔ آہستہ آہستہ اس کی سسکیاں بند ہو گئیں۔ یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ بخاری شریف میں دیکھا جا سکتا ہے۔ جلیل القدر تابعی حضرت خواجہ حسن بصری علیہ الرحمۃ یہ حدیث بیان کرتے ہوئے رو پڑتے اور فرماتے اللہ کے بندو! یہ سوکھی لکڑی نبی اکرم ﷺ کی محبت میں تڑپتی تھی، تمہیں اس سے زیادہ نبی اکرم ﷺ کے دیدار کا مشتاق بننا چاہیئے۔ (شرح الشفاء)

اسطوانہ توبہ: یہ حجرۂ مقدسہ سے دوسرے نمبر پر واقع ہے۔ پیارے آقا ﷺ اکثر یہاں نفل ادا فرماتے۔ مسافر یا مہمان یہاں ٹھہرتے۔ نمازِ فجر کے بعد اس جگہ سرکارِ دو عالم ﷺ درسِ قرآن حکیم ارشاد فرماتے تھے۔ دورانِ اعتکاف اس مقام پر رسول اللہ ﷺ کا بستر بچھایا جاتا تھا۔ اسے اسطوانہ توبہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے اس ستون سے خود کو باندھ لیا تھا۔ دو ہفتے تک یہیں بندھے رہے۔ ان کی بیٹی نماز اور فطری حوائج سے فراغت کیلئے ان کو کھول کر چلی جاتی تھیں۔ یہاں تک کہ سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۱۰۲ اور ۱۰۳ نازل ہوئیں، جن میں ان کی توبہ قبول ہونے کی بشارت دی گئی ہے۔

اسطوانہ سریر: مسجد نبوی شریف کی توسیع ہو جانے پر رسول اللہ ﷺ کا بستر مبارک دورانِ اعتکاف یہاں بچھایا جانے لگا۔

اسطوانہ حرس: یہاں پر صحابۂ کرام علیہم الرضوان سرکار کے حجرۂ مطہرہ کا پہرہ دیا کرتے تھے۔ پہرہ دینے والوں میں حضرت سیدنا علی المرتضیٰ، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہم کے نام زیادہ نمایاں ہیں۔ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ نے سب سے زیادہ یہ خدمت انجام دی۔ سورت مائدہ کی آیت نمبر ۶۷ جس میں سرکار دو عالم ﷺ کی خدائی حفاظت کی بشارت دی گئی ہے، کے نازل ہونے پر

سرکارِ مدینہ ﷺ نے پہرہ داروں کو منع فرمادیا۔

اسطوانہ وفود: قبائل عرب کے وفود جو بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوتے تھے تو سرکارِ دو عالم ﷺ اس مقام پر ان سے گفتگو فرماتے اور ان کی مہمان نوازی فرماتے۔

خوخہ سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ: سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایک گھر مسجد نبوی شریف کی مغربی جانب ہوا کرتا تھا۔ اس میں سے ایک دریچہ مسجد نبوی شریف کی جانب کھلتا تھا۔ وصال سے چند دن قبل حضور اکرم ﷺ نے منبر شریف پر جلوہ افروز ہو کر وعظ فرمایا۔ اس میں مسجد نبوی شریف کی جانب کھلنے والے تمام دریچے بند کرنے کا حکم دیا۔ سوائے خوخہ سیدنا ابوبکر صدیق کے۔ (مسلم شریف)

یہ خوخہ عہد نبوی کی مسجد شریف کی مغربی دیوار کے ساتھ ملحق تھا۔ وہ دیوار ان ستونوں کے بالکل ساتھ تھی، جن پر آج "حد مسجد النبی علیہ السلام" مرقوم ہے۔ یہ مکان مسجد نبوی شریف میں اب شامل ہو چکا ہے لیکن اس مکان شریف کی یاد میں غربی جانب کا دروازہ باب سیدنا صدیق اکبر کہلاتا ہے اور اس کے اندر کی جانب یہ تحریر کندہ کی گئی ہے۔ ھذہٖ خوخۃ سیدنا ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ۔ (یہ دریچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہے) مناسب ہے یہاں پر وہ حدیث پاک بھی تحریر کردی جائے جس میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دروازے کی عظمت بیان کی گئی ہے۔

فرمایا: میں نے لوگوں کے دروازے پر تاریکی اور ابوبکر کے دروازے پر نور دیکھا ہے اور لوگوں کی یہ تاریکی ہر آنے والے دن بڑھتی جائے گی۔ (کنز العمال) نیز اس حدیث پاک میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت وامامت کی جانب بھی اشارہ ہے کیونکہ امام کے مکان کا دروازہ مسجد میں ہی کھلا کرتا ہے۔ (الریاض النضرۃ)

مقام صُفّہ: اس مقام پر وہ صحابۂ کرام علیہم الرضوان قیام فرماتے، جن کا مدینہ منورہ میں گھر بار نہیں تھا۔ وہ دن رات تحصیل علم میں مشغول رہتے تھے۔ ان اصحاب صفہ کے سرخیل، سب سے بڑے راویٔ حدیث حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کا وہ واقعہ بہت مشہور ہے جب انہیں بھوک لگنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ کا پیالہ پلایا تھا اور پھر بار بار پیٹ بھر کر پینے کا حکم ارشاد فرمایا تھا۔ اس سے قبل ستر اصحاب صفہ اسی دودھ کے پیالے سے سیر ہو چکے تھے۔ امام اہلسنّت مولانا شاہ احمد رضا خاں محدث بریلوی نے اس عظیم معجزہ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

ؕ کیوں جناب بوہریرہ تھا وہ کیسا جامِ شیر

جس سے ستر صاحبوں کا دودھ سے منہ پھر گیا

بعض حضرات محرابِ تہجد کے قریب واقع بلند جگہ کو مقامِ صفہ سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ مقامِ صفہ اس بلند جگہ سے قریب ہی جنوب مغرب کی جانب تھا۔ موجودہ آدھ میٹر بلند مقام جستجوئے مدینہ کے مؤلف کی تحقیق کے مطابق دکۃ الاغوات ہے۔ مسجد نبوی شریف کے خدام جنہیں احتراماً آغا کہا جاتا تھا، وہ یہاں بیٹھتے تھے۔ خلافتِ عثمانیہ کے دور میں یہاں شیخ الحرم بیٹھا کرتے تھے۔ لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ اس مقام کی تاریخی اہمیت نہیں۔ یہاں پر امہات المومنین رضی اللہ عنھن میں سے کسی ایک کا حجرۂ مبارک تھا۔ نہ جانے ہادیٔ برحق سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی مقام پر کتنی بار آرام فرمایا ہوگا اور جیسا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا، نہ جانے اس مقام پر آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے راتوں کو کتنے طویل سجدے کئے ہوں گے۔ اس نقطۂ نظر سے اس بقعۂ نور کی اہمیت اصلی مقامِ صفّہ سے بھی ہزار درجہ زیادہ ہے۔ (جستجوئے مدینہ ملخصاً صفحہ ۶۶۷)

یہاں پر یہ بات عرض کرنا ضروری ہے کہ آج زائرین مواجہ شریف میں جس مقام پر کھڑے ہو کر بارگاہِ رسالت میں سلام پیش کرتے ہیں۔ یہ حضرت اُم المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کا حجرۂ مبارکہ تھا۔

بئر حا: مسجد نبوی شریف کے شمالی توسیعی حصے میں باب فہد (گیٹ نمبر ۲۱) سے مسجد شریف میں داخل ہوں تو صرف چند قدم کے فاصلے پر بائیں طرف ستونوں کی پہلی رو میں دو ستونوں کے درمیان فرش پر تین گول دائرے بنے ہوئے ہیں۔ دو دائرے نیلگوں سنگ مرمر سے بنائے گئے ہیں اور درمیانی دائرہ گلابی رنگ کے پتھر سے بنایا گیا ہے' اسی جگہ پر ''بئر حا'' نامی کنواں تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہاں تشریف لاتے تھے۔ اس کا میٹھا پانی نوش فرماتے تھے۔ اس کی سیڑھیاں اتر کر نیچے تشریف لے جاتے تھے۔ اس کنویں کے پانی سے سیراب ہو کر جو باغ بنا ہوا تھا' وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم درختوں کے سائے میں آرام فرماتے تھے۔ اس کنویں اور باغ کے مالک حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ تھے۔ جب سورت آلِ عمران کی آیت نمبر ۹۲ نازل ہوئی' جس میں ارشاد ربانی ہے: ''تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک کہ تم راہ خدا میں اپنی پیاری چیز خرچ نہ کرو'' تو حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی: یارسول اللہ! میری پیاری جائیداد تو بئر حا ہے لہٰذا میں اسے اللہ کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں۔ آپ اسے جس مقصد میں چاہیں استعمال میں لائیں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو تم نے کہا میں نے سن لیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ ''تم اسے اپنے عزیز و اقارب میں خرچ کرو''۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو طلحہ کے قریبی رشتہ داروں اور ان کے چچازاد بھائیوں میں اسے تقسیم فرما دیا۔ (مسلم شریف باختصار)

بعض احباب کے ذریعے سے پتہ چلا ہے کہ یہ کنواں تہہ خانہ میں آج بھی جاری ہے لیکن عام آدمی زیارت و استفادہ سے محروم ہے۔ ۱۴۲۵ھ میں جب مدینہ منورہ حاضری ہوئی تھی تو راقم الحروف کے چچا جان الحاج حکیم عبدالمجید چغتائی قادری رضوی نے قالین اُٹھا کر اس مقام کی زیارت کرائی تھی۔ اس مقام کی نیلگوں اور گلابی ٹائلوں کے مختلف ڈیزائن کے ذریعے نشاندھی دیکھ کر خوشگوار حیرت ہوئی تھی، وگرنہ موجودہ سعودی حکومت نے آثارِ نبوی کی حفاظت کا خاطر خواہ اہتمام نہیں کیا بلکہ مٹانے پر زور لگایا ہوا ہے۔

امسال حج کے بعد جو توسیع شروع ہونے والی ہے، اس کے پس پردہ کچھ اور عزائم بھی سننے میں آئے ہیں۔ برطانوی اخبار "انڈی پینڈنٹ" نے کچھ راز فاش کئے ہیں۔ بتایا جاتا ہے کہ توسیع کے بہانے گنبد خضرا شریف کو خطرہ ہے۔

گنبد خضریٰ خدا تجھ کو سلامت رکھے
دیکھ لیتے ہیں تجھے پیاس بجھا لیتے ہیں

....

افلاک پہ تو گنبد خضرا نہیں کوئی

مسجد نبوی شریف کا قدیمی حصہ ترکوں کا تعمیر کردہ ہے۔ عشق رسول میں گندھی ہوئی اور عظمت رسول میں رچی ہوئی اس عظیم و جلیل عمارت کی تعمیر کے احوال نہایت ایمان افروز ہیں۔ بتایا جاتا ہے کہ عثمانی ترکوں نے جب مسجد نبوی شریف کی تعمیر کا ارادہ کیا تو دنیا بھر سے ماہر معمار، سنگ تراش ترکھان اور دیگر کاریگر بلائے گئے۔ ان کے لئے ایک بستی بسائی گئی۔ وہاں پر انہوں نے ایسے شاگردوں میں بتمام وکمال اپنا فن منتقل کیا جو ک

متقی و پرہیز گار ہونے کے ساتھ ساتھ حفاظِ قرآن بھی تھے۔ مدینہ منورہ کے نواحی علاقے ذوالحلیفہ میں واقع پہاڑوں سے سنگِ سرخ حاصل کیا گیا۔ اب ان پہاڑوں کو جبل الحرم کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ پتھروں کو مدینہ منورہ سے باہر ہی تراشا جاتا۔ جب مسجد نبوی شریف میں نصب کرنے کیلئے لایا جاتا تو اگر بڑا چھوٹا ہوتا۔ مدینہ منورہ کو شور سے بچانے کیلئے شہر سے باہر لے جا کر پھر تراشا جاتا۔ تمام معمار دورانِ تعمیر تلاوتِ قرآن پاک میں مگن رہتے۔ دورانِ تعمیر اسطوانہ اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس کھدائی کے وقت زمین سے فوارے کی طرح پانی نکلنے لگا لہٰذا اس جگہ پر ایک کنواں کھود دیا گیا اور اس کے پانی کو نالیوں کے ذریعے صحنِ مسجد میں لایا گیا۔ اس پانی کو اہل محبت بڑے ذوق و شوق سے پیتے تھے کہ یہ ریاض الجنۃ سے نکلا تھا۔ لیکن افسوس سعودی دور میں اس کنویں کو مٹی سے بھر دیا گیا۔ اسی طرح ایک اور کنواں حجرہ مطہرہ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے دروازے کے عین سامنے ہوا کرتا تھا۔ اس کنویں کو بھی سعودی دور میں بند کر دیا گیا۔ مسجد شریف کے صحن میں کھجور کے درختوں کا ایک چھوٹا سا باغیچہ بھی ہوا کرتا تھا جسے بُستانِ فاطمہ کہا جاتا تھا۔ اس کے قریب بھی ایک چھوٹا سا کنواں ہوا کرتا تھا جو کہ ان درختوں کی آبیاری کیلئے استعمال ہوتا تھا۔ اسے بئر النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہا جاتا تھا۔ اس باغیچہ میں ۱۲ کھجور کے درخت تھے، جن کا پھل اسلامی ممالک کے سربراہان کو تحفۃً ارسال کیا جاتا تھا۔ مسجد نبوی شریف کے پرانے نقشوں میں یہ باغیچہ بآسانی دیکھا جا سکتا ہے۔

ترکوں نے مسجد نبوی شریف کی تعمیر کا کام ۱۲۶۶ھ میں شروع کیا اور ۱۱ سال کے عرصے میں ۱۲۷۷ھ میں مکمل کیا۔ تعمیر کے بعد تزئین و آرائش کا کام شروع ہوا۔ حافظ عبداللہ زھدی بیگ جو ترکی کے مشہور خطاط تھے، نے تین سال کی محنت شاقہ سے دیوار قبلہ پر، محرابوں اور ستونوں پر، گنبد کی اندرونی جانب اور مختلف دروازوں کی محرابوں پر قرآنی

آیات اس خوبصورت انداز میں تحریر کیں کہ اپنی مثال آپ ہیں۔ بعض ستونوں پر قصیدہ بردہ شریف کے اشعار بھی کندہ کئے گئے ہیں۔ ترکی تعمیر میں عہد نبوی کی مسجد کی حدود کو ''ھذا حد مسجد النبی'' کے الفاظ سے نمایاں کیا گیا ہے۔ عہد رسالت میں مسجد شریف کی اونچائی کتنی تھی، اسے چند ستونوں پر پھول بنا کر ظاہر کیا گیا ہے۔ خطاطی کے کام میں سونے کا پانی استعمال کیا گیا ہے۔ جب روشنی ہوتی ہے تو یہ خطاطی چمک اُٹھتی ہے۔ اس طرف اشارہ کرتے ہوئے امام اہلسنّت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے:

ہر اک دیوار و در پر مہر نے کی ہے جبیں سائی
نگارِ مسجد اقدس میں کب سونے کا پانی ہے

۱۹۲۵ء میں آلِ سعود نے جب مدینہ منورہ کا کنٹرول اپنے ہاتھ میں لیا تو ابتدائی چند سالوں میں انہوں نے کوئی تبدیلی نہ کی۔ البتہ حجرۂ مقدسہ کی دیواروں پر جو تحریریں ان کے عقائد کے خلاف تھیں، ان پر نہایت بھدے طریقے سے پلستر تھوپ دیا۔ گنبدوں کی نچلی جانب جہاں جہاں یا محمد (صلی اللہ علیك وسلم) لکھا تھا، اسے یا مجید کے الفاظ سے بدل دیا گیا اور یہ عمل تا حال جاری ہے۔ قصیدہ بردہ شریف کے اشعار پر بھی سیمنٹ تھوپ دیا گیا۔

۱۳۷۲ھ میں سعودی توسیع کا آغاز ہوا۔ آغاز سے قبل آلِ سعود نے گنبد خضرا شریف والے حصے کو یہ کہہ کر شہید کرنا چاہا کہ یہ حصہ بوسیدہ ہو گیا ہے لیکن پاکستانی انجینئروں پر مشتمل ایک کمیٹی نے یہ تجویز کیا کہ یہ عمارت مضبوط ہے۔ اسے کوئی خطرہ لاحق نہیں لہٰذا گنبد خضرا شریف سلامت رہا۔ ان شاء اللہ جب تک سلامت رہے گا، عاشقوں کو تسکین پہنچانے کے ساتھ ساتھ ترکوں کی عظیم خدمت کا اعلان بھی کرتا رہے گا۔

؎ اعزاز یہ حاصل ہے تو حاصل ہے زمیں کو
افلاک پہ تو گنبدِ خضرا نہیں کوئی

....

واہ کیا جود و کرم ہے شہِ بطحا تیرا

اہلسنت کا یہ عقیدہ ہے کہ جس کو جو بھی نعمت ملی ہے، مل رہی ہے یا ملے گی وہ سرکارِ دو عالم ﷺ کے ذریعے سے ہی ملے گی۔ اس جانب اشارہ کرتے ہوئے امام اہلسنت، اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں محدث بریلوی علیہ الرحمۃ نے کیا خوب فرمایا ہے:

؎ لا و رب العرش جس کو جو ملا اُن سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

سرکارِ دو عالم ﷺ کا دریائے کرم و رحمت یوں تو ساری کائنات میں جاری و ساری ہے لیکن زائر روضۂ اطہر پر جو آپ کے انعامات ہوتے ہیں، اور جو احسانات ہوتے ہیں، ان کی بات ہی کچھ اور ہے۔ زیرِ نظر سطور میں زائرین مدینہ منورہ پر سرکارِ دو عالم ﷺ کے بے پایاں کرم و رحمت کے احوال پر مشتمل چند واقعات سپردِ قلم کئے جا رہے ہیں جنہیں پڑھ کر اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شہرۂ آفاق شعر بے ساختہ زبان پر جاری ہو جاتا ہے:

؎ واہ کیا جود و کرم ہے شہِ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

بارش کی بشارت: امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں قحط سالی ہوئی۔ ایک صاحب سرکارِ دو عالم ﷺ کے روضۂ اطہر پر حاضر ہوئے اور عرض کی "یا رسول اللہ! اپنی اُمت کیلئے بارش طلب فرمایئے کہ لوگ ہلاک ہو رہے ہیں"

جنابِ رسالت مآب ﷺ نے ان صاحب کے خواب میں تشریف لا کر فرمایا "عمر کے پاس جا کر میرا اسلام کہو اور ان کو خبر دو کہ بارش ہوگی" (مصنف ابن ابی شیبہ)

فتح الباری میں حضرت امام ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ وہ صاحب، صحابیٔ رسول حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ تھے۔ معلوم ہوا صحابۂ کرام علیہم الرضوان روضۂ اطہر پر حاضر ہو کر سرکار کے لطف و کرم کی بھیک مانگتے تھے۔

؎ میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہا دیئے ہیں دُرّ بے بہا دیئے ہیں

جوابِ سلام کا انعام: کروڑوں حنفیوں کے پیشوا حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جب روضۂ اقدس پر حاضر ہوئے تو یوں سلام عرض کیا: السلام علیك یا سید المرسلین تو روضۂ اطہر سے سلام کا جواب یوں تشریف لایا: وعلیك السلام یا امام المسلمین۔ (تذکرۃ الاولیاء) یقیناً ایک عاشقِ رسول کیلئے رسول اللہ ﷺ کی مبارک آواز سننا اور ان کی جانب سے سلامتی کے تحفے سے بڑھ کر اور انعام کیا ہو سکتا ہے۔

دست بوسی کی سعادت: سلسلۂ رفاعیہ کے عظیم بزرگ حضرت سیدنا احمد کبیر رفاعی کی جب روضۂ اطہر پر حاضری ہوئی تو انہوں نے عربی زبان میں یہ دو اشعار پیش کئے:

فی حالة البعد روحی کنت ارسلها
تقبل الارض عنی وهی نائبتی
هذه دولة الاشباح قد حضرت
فامدد یمینك کی تحظی بها شفتی

ترجمہ: "دوری کی حالت میں، میں اپنی روح آپ کی خدمتِ اقدس میں بھیجا کرتا تھا تو وہ

میری نائب بن کر آستانہ مبارکہ کو چومتی تھی اور اب بدن کے ساتھ حاضر ہو کر ملنے کی باری آئی ہے تو اپنا دست مبارک دراز فرمایئے تا کہ میرے ہونٹ اس کو چومیں"۔

جونہی اشعار ختم ہوئے دست انور قبر منور سے باہر نکلا اور انہوں نے اس کو چوما۔ (الحاوی للفتاوی)

حضرت علامہ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے اپنے ایک رسالے میں سات مختلف اسناد کے ساتھ یہ ایمان افروز واقعہ نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔

مغفرت کی دولت: حضرت سیدنا حاتم اصم علیہ الرحمۃ جو کہ ایک مشہور بزرگ ہوئے ہیں جن کے اقوالِ حکمت اکثر کتب تصوف میں موجود ہیں' جب روضۂ اقدس پر حاضری سے شرف یاب ہوئے تو ان الفاظ میں دعا کی: یا اللہ میں نے تیرے حبیب اکرم ﷺ کی قبر اطہر کی زیارت کی ہے اب مجھے نامراد نہ لوٹانا"۔ آواز آئی اے بندے! ہم نے تمہیں اپنے محبوب کی قبر انور کی زیارت کی اجازت ہی تب دی جب تمہیں پاک کرنا منظور فرمایا۔ اب تم اور تمہارے ساتھی مغفرت یافتہ لوٹ جاؤ۔ بیشک اللہ عزوجل تم سے اور اُن سے راضی ہوا جنہوں نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے روضۂ اطہر کی زیارت کا شرف پایا۔

(الروض الفائق)

مفلسو اُن کی گلی میں جا پڑو...... باغِ خلد اکرام ہو ہی جائے گا

سرکار کی جانب سے محدثین کی ضیافت: حضرت امام ابو بکر بن مقری فرماتے ہیں میں اور حضرت امام طبرانی اور حضرت ابو الشیخ تینوں مدینہ منورہ میں حاضر تھے۔ دو دن سے کھانا نہیں ملا تھا' بھوک سے نڈھال ہو چکے تھے جب عشاء کا وقت ہوا تو میں نے روضۂ پاک پر حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ! الجوع 'یعنی اے اللہ عزوجل کے رسول!

بھوک میں نے اس کے سوا اور کچھ زبان سے نہ کہا اور لوٹ آیا۔ میں اور ابوالشیخ سو گئے اور طبرانی کسی کے آنے کا بیٹھ کر انتظار کرتے رہے۔ اتنے میں کسی نے ہمارے مکان پر دستک دی۔ ہم نے دروازہ کھولا تو ایک علوی صاحب اپنے دو غلاموں کے ہمراہ تشریف لائے۔ دونوں کے پاس کھانے سے بھری ہوئی ایک ایک ٹوکری تھی۔ وہ علوی بزرگ کہنے لگے "شاید آپ صاحبان نے بارگاہ رسالت میں بھوک کی شکایت کی ہے کیونکہ میں خواب میں سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار پُر انوار سے مشرف ہوا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم آپ حضرات کے بارے میں فرمار ہے تھے "اُن کو کھانا کھلاؤ" ان علوی صاحب نے ہمارے ساتھ مل کر کھانا کھایا اور جو کچھ بچ گیا وہ ہمیں دے کر تشریف لے گئے۔ (جذب القلوب)

ان کے در پر بیٹھیے بن کر فقیر ...... بے نواؤ فکر ثروت کیجئے

سائلو دامن سخی کا تھام لو: حضرت ابن الجلاء رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ میں حاضر تھا۔ مجھ پر دو ایک فاقے گزر گئے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر میں نے عرض کی: انا ضیفك یا رسول اللہ۔ یعنی یا رسول اللہ میں آپ کا مہمان ہوں۔ پھر مجھ پر نیند کا غلبہ ہوا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں تشریف لا کر مجھے ایک روٹی عنایت فرمائی۔ میں خواب میں ہی کھانے لگا۔ ابھی آدھی کھائی تھی کہ آنکھ کھل گئی۔ مزید آدھی میرے ہاتھ میں ابھی باقی تھی۔ (جذب القلوب)

سائلو دامن سخی کا تھام لو...... کچھ نہ کچھ انعام ہو ہی جائے گا

کھاتے ہیں تیرے در کا' پیتے ہیں تیرے در کا: حضرت ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں مدینہ منورہ حاضر ہوا تو پانچ دن کے فاقے سے تھا' میں نے سید الکونین

ﷺ اور شیخین کریمین کی مقدس بارگاہ میں سلام پیش کر کے عرض کیا: انا ضیفك یا رسول اللّٰہ یعنی یارسول اللہ میں آپ کا مہمان ہوں۔ اس کے بعد منبر اقدس کے پاس سو گیا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ سرکار دو عالم ﷺ تشریف لائے ہیں۔ ہمراہ شیخین کریمین (حضرت سیدنا صدیق اکبر و حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہما) اور حضرت علی شیر خدا تھے۔ مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے مجھے ہلایا اور فرمایا اُٹھو سرکارِ دو عالم ﷺ تشریف لائے ہیں۔ میں نے اُٹھ کر سرکارِ دو عالم ﷺ کی نورانی پیشانی کا بوسہ لیا۔ سرکار ﷺ نے مجھے ایک روٹی عنایت فرمائی۔ میں نے آدھی خواب میں ہی کھائی اور جب آنکھ کھلی تو باقی آدھی میرے ہاتھ میں موجود تھی۔ (شواہد الحق)

تیرے ٹکڑوں پہ پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال
جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا

سرکار دو عالم ﷺ کا کرم: حضرت ابو عمران موسیٰ بن محمد بنزرتی کا بیان ہے کہ میں مدینہ منورہ میں حاضر تھا۔ مالی پریشانی کی فریاد لے کر یوں عرض بارگاہِ رسالت میں پیش کی: یا رسول اللہ، یا حبیب اللہ انا فی ضیافة اللہ و ضیافتك۔ میں اللہ تعالیٰ اور آپ کی مہمانی میں ہوں۔ نمازِ عصر کے انتظار میں بیٹھے بیٹھے مجھے اُونگھ آ گئی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حجرۂ مبارک کھل گیا ہے اور اس میں سے تین حضرات باہر تشریف لائے ہیں۔ میں سرکارِ دو عالم ﷺ کی خدمت میں سلام پیش کرنے کیلئے اُٹھنے لگا تو میرے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص نے کہا بیٹھ جاؤ کیونکہ رحمۃ للعالمین جناب سید المرسلین حجاج کرام کو سلام عطا فرمانے اور جو بے سروسامان ہیں، ان میں کھانا تقسیم فرمانے کیلئے تشریف لا رہے ہیں۔ میں نے کہا "میں بھی انہیں میں سے ہوں" چنانچہ جب امام الانبیاء ﷺ تشریف

لائے تو حاجیوں کو سلام ارشاد فرمایا۔ میں نے بھی مصافحہ اور دست بوسی کا شرف حاصل کیا۔ آپ ﷺ نے حلوے کی مانند کوئی چیز میرے ہاتھ میں رکھ دی جو میں نے اسی وقت منہ میں ڈال لی۔ جب آنکھ کھلی تو اس کو نگلنے کیلئے منہ چلا رہا تھا اور اس چیز کا ذائقہ بھی منہ میں موجود تھا۔ جب باہر نکلا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسا شخص مہیا فرما دیا جس نے بلا اُجرت سواری کا بندوبست کر دیا اور ایک شخص کی ذمہ داری لگا دی جو مکہ مکرمہ پہنچنے تک میری خدمت کرتا رہا۔ (شواہد الحق)

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا
ہمیں بھیک مانگنے کو ترا آستاں بتایا

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اور بیداری میں زیارتِ مصطفےٰ ﷺ: امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ جب دوسری مرتبہ حج بیت اللہ شریف کی سعادت حاصل کر کے مدینہ منورہ حاضر ہوئے تو بیداری میں زیارت کی خواہش لئے مواجہ شریف میں ساری رات حاضر رہ کر درود پاک کا نذرانہ پیش کرتے رہے۔ پہلی رات یہ سعادت نہ ملی، دوسری رات بھی درود شریف کا نذرانہ پیش کیا۔ تیسری رات وہ شہرۂ آفاق نعت شریف لکھی، جس کا مطلع ہے:

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں
تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

اس کے مقطع میں عاجزی کی انتہا کر دی۔ آخر تیسری شب سنہری جالیوں کا پردہ ہٹا اور عاشقِ مصطفےٰ امام احمد رضا نے اپنے محبوب آقا حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کا عین بیداری کے عالم میں ماتھے کی آنکھوں سے دیدار کا شرف پایا۔

کریم ایسا ملا کہ جس کے کھلے ہیں ہاتھ......! آج بھی سرکار ﷺ کے دربار اقدس

سے فیض عام جاری ہے۔ دستر خوان بچھے رہتے ہیں۔ رمضان المبارک میں تو مہمانانِ رسول کی ضیافت کا سلسلہ زوروں پر رہتا ہے۔ سرکار اپنے زائرین کو خوب نوازتے ہیں۔ ۱۴۲۵ھ کی حاضری میں راقم الحروف نے مدینہ منورہ میں تقریباً آٹھ محافل میں حاضری اور بیان کرنے کا شرف پایا۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ سوائے جناب الحاج حکیم عبدالمجید چغتائی کی محفل کے جتنی بھی محافل میں حاضری ہوئی۔ ان کے منتظمین سے پہلے سے کوئی تعارف نہ تھا۔ ایک روز احمد آباد (انڈیا) کے ایک صاحب مسجد نبوی شریف میں ملے اور محفل میں بیان کی دعوت دی۔ احقر راقم الحروف نے ان سے سوال کیا کہ آپ کو کیسے علم ہوا کہ ہم بیان کرتے ہیں۔ فرمانے لگے کہ مجھے ابھی مسجد میں ہی کسی نے کہا ہے کہ مسجد شریف کے پہلے برآمدے میں کچھ لوگ بیٹھے ہیں، وہ آپ کی محفل میں بیان کریں گے۔ یہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کرم ہے ورنہ ہماری کیا اوقات۔

؎ کریم ایسا ملا کہ جس کے کھلے ہیں ہاتھ اور بھرے خزانے
بتاؤ اے مفلسو کہ پھر کیوں تمہارا دل اضطراب میں ہے

....

سلامِ شوق کہہ دینا ادب سے ہم غریبوں کا

زائرین روضۂ اطہر بھی کیسے خوش قسمت ہیں کہ بارگاہِ رسالت میں بنفسِ نفیس سلام پیش کرنے کی سعادت بھی پاتے ہیں اور روضۂ پاک کی زیارت کا لطف بھی اُٹھاتے ہیں۔ اگرچہ خواہش تو یہ ہوتی ہے کہ سرکار کا جلوہ نظر آ جائے لیکن یہ کیا کم اعزاز ہے کہ سرکار کی نظر کرم زائر پر ہوتی ہے:

؎ دیدار کے قابل تو کہاں میری نظر ہے

یہ تیری عنایت ہے کہ رُخ تیرا ادھر ہے

اسی اعزاز کی وجہ سے زائرین روضۂ اطہر کو عاشقانِ رسول سلام کی امانت دیتے ہیں کہ بارگاہِ رسالت میں اُن کی طرف سے پیش کردی جائے۔ اگر زائر وعدہ کرلے تو یہ سلام پہنچانا لازمی ہوتا ہے جیسا کہ حضرت صدرالشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے: ''اگر کسی نے عرضِ سلام کی وصیت کی، بجالاؤ شرعاً اس کا حکم ہے'' (بہارِ شریعت' حصہ ششم)

راقم الحروف نے اسی لئے جن جن احباب نے سلام عرض کرنے کی وصیت کی تھی ان کے نام ایک کاغذ پر فقط اس لئے تحریر کر لئے تھے کہ کسی کا سلام پیش ہونے سے رہ نہ جائے۔ ۱۴۲۵ھ کی حاضری میں تو یہ ہوا کہ احباب کا نام کاغذ سے پڑھ پڑھ کر جب سلام پیش کر چکا تو کاغذ جیب میں رکھ لیا۔ ہوٹل واپس پہنچ کر جب کاغذ سامان میں بحفاظت رکھنا چاہا تو کاغذ غائب تھا۔ واپسی پر جس جس دوست کو بتایا کہ کاغذ بھی مدینہ منورہ میں رہ گیا تو انہوں نے خوشی کا اظہار کیا کہ ہمارا نام مدینہ منورہ میں یوں موجود رہے گا۔ حضرت محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد قادری چشتی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ''مدینہ منورہ میں جس کا نام لیا جائے یا ذکر کیا جائے وہ خوش قسمت ہے''۔

۱۴۲۵ھ کی حاضری میں جب راقم الحروف نے اپنے شیخ طریقت' پاسبانِ مسلک رضا' عاشقِ مدینہ حضرت علامہ الحاج مفتی ابوداؤد محمد صادق صاحب قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ کو بذریعہ ٹیلی فون اطلاع دی کہ آپ کا سلام پیش کردیا ہے تو بہت خوش ہوئے۔ ان کی خوشی ہزاروں میل کے فاصلے کے باوجود ان کی آواز مبارک سے محسوس کی جاسکتی تھی بلکہ آج بھی جب ان مبارک ساعتوں کا تصور کرتا ہوں تو آپ کی آواز کانوں میں رَس گھولتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جلد اپنے حبیب

پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے میں آپ کو صحت کاملہ عطا فرمائے اور آپ کی پیاری پیاری نور بھری آواز پھر سے سننے کو ملے' آمین۔ اس مرتبہ حضرت مولانا صاحبزادہ الحاج محمد داؤد رضوی زید مجدہٗ سے بذریعہ موبائل فون بات ہوئی۔ اس حال میں کہ راقم الحروف باب السلام کے قریب کھڑا تھا۔ انہوں نے بھی بڑی خوشی کا اظہار فرمایا۔ یہاں یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ بعض لوگ مواجہہ شریف میں بھی موبائل فون پر گفتگو کر رہے ہوتے ہیں۔ یہ بہت بڑی جسارت محسوس ہوتی ہے۔ سرکار کے حضور تو بس آپ ہی کا تصور ہونا چاہیئے' کسی اور جانب دھیان نہیں جانا چاہیئے بلکہ بعض اوقات تو موبائل فون کی گھنٹی اور مواجہہ شریف کے قریب کھڑے سپاہیوں کی وائرلیس پر گھنٹی کی آواز سن کر تو دل گھبرا جاتا ہے کہ اتنی بڑی سرکار کی حاضری میں میوزک کی آواز بیل کی صورت میں بجتی ہوئی کہیں تمام سرمایہ عبادت کو ضائع ہی نہ کردے۔

لے سانس بھی آہستہ کہ دربارِ نبی ہے
خطرہ ہے بہت سخت یہاں بے ادبی کا

سلامتی اسی میں ہے کہ مسجد نبوی شریف بلکہ دیگر تمام مساجد کی حاضری کے موقع پر موبائل فون بند کر دیا جائے یا کم از کم بیل کی آواز بند کر دی جائے۔ مواجہہ شریف کی حاضری کے وقت بس صلوٰۃ وسلام پڑھنے اور سرکار سے شفاعت کا سوال کرنے میں مصروف رہے۔ نیز جس نے سلام عرض کرنے کی وصیت کی ہے اس کا سلام بھی پیش کرے۔ یہ سلام پہنچانا ایسا مبارک عمل ہے کہ جس کی برکت سے بسا اوقات سرکار ابد قرار کا دیدار پُرانوار بھی نصیب ہو جاتا ہے جیسا کہ درج ذیل نورانی واقعہ سے ظاہر ہے۔

سلام پیش کرنے کی برکت سے دیدارِ مصطفےٰ ﷺ: امام عبداللہ بن اسعد یافعی علیہ الرحمۃ اپنی شہرۂ آفاق کتاب روض الریاحین میں ایک بزرگ کا واقعہ بیان

کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بزرگ کا بیان ہے کہ میں اپنے ملک یمن کے شہر صنعاء سے حج کرنے کیلئے نکلا۔ایک عاشقِ رسول جو مجھے رخصت کرنے کیلئے شہر کے باہر تک آئے تھے نے کہا کہ سرکارِ دو عالم ﷺ آپ کے دونوں خلفائے کرام اور دیگر صحابۂ کرام علیہم الرضوان کی خدمت میں میرا سلام پیش کر دینا' جب میں مدینہ منورہ حاضر ہوا تو ان کا سلام عرض کرنا بھول گیا۔ جب وہاں سے رخصت ہو کر ذوالحلیفہ (آج اس مقام کو ابیار علی کہا جاتا ہے۔ یہاں سے سرکارِ دو عالم ﷺ نے احرام باندھا تھا۔اس لئے یہاں عظیم الشان مسجد بنائی گئی ہے۔اتباع سنت کی نیت کیلئے احقر راقم الحروف نے دو مرتبہ الحمدللہ یہاں سے احرام باندھ کر عمرہ کی سعادت پائی ہے) پہنچا اور احرام باندھنے لگا تو مجھے اس عاشقِ رسول کا سلام یاد آیا' میں نے ساتھیوں سے کہا کہ میرے واپس آنے تک میرے اونٹ کا دھیان رکھنا' مجھے مدینہ منورہ میں ایک ضروری کام یاد آ گیا ہے۔ساتھیوں نے سمجھایا کہ قافلہ روانہ ہونے والا ہے۔اگر تم چھوڑ کر چلے گئے تو خدشہ ہے پھر مکہ مکرمہ تک بھی قافلے سے نہ مل سکو گے۔ میں نے کہا اگر ایسا ہوا تو میری سواری بھی ساتھ لے جانا۔ میں واپس مدینہ منورہ آیا اور روضۂ اطہر پر حاضر ہو کر اس عاشقِ مصطفےٰ کا سلام سرکارِ دو عالم ﷺ کی بارگاہ میں پیش کیا۔ پھر صحابۂ کرام علیہم الرضوان کی خدمت میں سلام پیش کیا۔رات ہو چکی تھی جب حاضری سے فارغ ہو کر باہر آیا تو ایک شخص جو ذوالحلیفہ کی طرف سے آیا تھا' نے بتایا کہ قافلہ جا چکا ہے۔میں واپس مسجد نبوی شریف آ گیا اور خیال کیا کہ کسی دوسرے قافلے کے ہمراہ جاؤں گا۔جب سو گیا تو رات کے آخری حصے میں یہ نورانی خواب دیکھا کہ سرکارِ دو عالم ﷺ حضرت سیدنا صدیق اکبر اور حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم (رضی اللہ عنہما) کے ہمراہ تشریف لائے ہیں۔حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ "یہی وہ شخص ہے"۔حضور اکرم ﷺ نے میری طرف دیکھا اور فرمایا

"ابوالوفا" میں نے عرض کی: یارسول اللہ! میری کنیت تو ابوالعباس ہے۔ فرمایا: تم ابوالوفا یعنی وفادار ہو، پھر آپ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے مکۃ المکرمہ میں اور وہ بھی خاص مسجد الحرام میں رکھ دیا۔ میں نے مکۃ المکرمہ میں آٹھ دن تک قیام کیا اس کے بعد میرے رفقاء کا قافلہ مکۂ مکرمہ پہنچا۔ (روض الریاحین)

بارگاہِ رسالت میں سلام پیش کرنے کی تمنا کسے نہیں ہوتی، بڑے بڑے رتبوں والے بارگاہِ رسالت میں سلام پیش کرتے ہیں جیسا کہ درج ذیل واقعہ سے ظاہر ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام کا بارگاہ رسالت میں سلام: معروف ولی کامل حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں ایک سفر میں پیاس کی شدت سے بے تاب ہو کر گر پڑا۔ کسی نے میرے منہ پر پانی چھڑکا، میری آنکھیں کھلیں تو کیا دیکھا کہ ایک خوبصورت نورانی بزرگ، خوبصورت گھوڑے پر سوار کھڑے ہیں۔ مجھے پانی پلا کر فرمانے لگے "میرے ساتھ سوار ہو جاؤ" ابھی چند قدم چلے تھے کہ فرمایا "دیکھو کیا دیکھتے ہو" میں نے کہا یہ تو مدینہ منورہ ہے۔ فرمایا "جاؤ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں سلام پیش کرو اور یہ بھی عرض کرنا کہ خضر (علیہ السلام) نے بھی آپ کی خدمت میں سلام پیش کیا ہے۔ (روض الریاحین)

؎ اس گلی کا گدا ہوں میں جس میں
مانگتے تاجدار پھرتے ہیں

حضرت رضوان خازنِ جنت کا سلام: روض الریاحین میں ہی ہے کہ حضرت شیخ ابوعمران واسطی علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ میں مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ سرکارِ دوعالم ﷺ کے روضۂ اقدس کی حاضری کی نیت سے جا رہا تھا۔ اثنائے سفر اتنی شدید پیاس لگی کہ زندگی سے مایوسی ہو گئی۔ دور دُور تک پانی نہ ہونے کے باعث تھک کر کیکر کے ایک

درخت کے نیچے بیٹھ گیا۔ اچانک سبز لباس پہنے ہوئے ایک سبز گھوڑ سوار ظاہر ہوئے۔ ان کے گھوڑے کی لگام اور زین بھی سبز تھی۔ نیز ان کے ہاتھ میں سبز شربت سے بھرا ہوا سبز پیالہ تھا۔ وہ انہوں نے مجھے دے کر پینے کیلئے کہا۔ میں نے تین سانس میں پیا لیکن اس پیالے میں کوئی کمی نہ آئی۔ پھر انہوں نے مجھ سے دریافت فرمایا: کہاں جا رہے ہو؟ میں نے عرض کیا: مدینہ منورہ میں سرکار ابد قرار، شفیع روزِ شمار ﷺ اور شیخین کریمین (حضرت سیدنا صدیق اکبر و حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما) کی بارگاہوں میں سلام عرض کرنے جا رہا ہوں۔ فرمایا جب تم وہاں پہنچو اور اپنا سلام عرض کر لو تو ان تینوں عظیم الشان ہستیوں سے عرض کرنا کہ "رضوان بھی آپ حضرات کی خدمت میں سلام پیش کرتا ہے"۔

بارگاہ خلافت کے گستاخ کا انجام: عظیم محقق و مصنف، معروف عاشقِ رسول حضرت علامہ سید یوسف بن اسماعیل نبہانی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب "الاسالیب البدیعه فی فضل الصحابه و اقناعِ الشیعه" میں تحریر فرماتے ہیں: امام ابوعبداللہ نعمان نے حفاظ اور فضلاء کی جماعت سے ایک حیران کن واقعہ نقل کیا ہے۔ یہ واقعہ مختلف الفاظ سے آیا ہے مگر مفہوم سب کا ایک ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک شخص نے حج کیلئے رختِ سفر باندھا تو امیر مقلد نے اسے بلا کر پوچھا "تم حج پر جا رہے ہو" اس نے جواب دیا "ہاں" کہا "ادائے حج کے بعد جب مدینہ منورہ حاضری ہو تو میری طرف سے سلام پیش کر کے عرض کرنا یا رسول اللہ اگر آپ کے یہ ساتھی (سیدنا صدیق اکبر و سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہما) روضۂ اطہر میں نہ ہوتے تو میں زیارت کیلئے حاضر ہوتا (استغفر اللہ) وہ شخص بیان کرتا ہے کہ حج سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ حاضر ہوا مگر احترام رسول ﷺ کے پیش نظر امیر مقلد کا پیغام نہ پہنچایا۔ رات کو سویا تو خواب میں سرکار دو عالم ﷺ کی زیارت ہوئی۔ آپ ﷺ

نے فرمایا: اے شخص تو نے مقلد کا پیغام نہیں پہنچایا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ بارگاہِ رسالت کا احترام کرتے ہوئے یہ توہین آمیز پیغام پیش نہیں کیا۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے یہ سن کر سرِ اقدس اُٹھایا اور پاس کھڑے شخص کو حکم دیا یہ استرا لو اور مقلد کو قتل کر دو۔

حج وزیارت کی سعادت کے بعد جب اپنے وطن عراق لوٹا تو معلوم ہوا کہ کسی نے امیر مقلد کو بستر پر ذبح کر دیا۔ شہر پہنچ کر تفصیل معلوم کی تو لوگوں نے بتایا کہ اسے بستر پر ہی مذبوح پایا گیا۔ میں نے لوگوں کے سامنے اپنے خواب کا تذکرہ کیا تو اس کا بہت چرچا ہوا۔ ہوتے ہوتے یہ بات امیر فرواش بن میسب تک پہنچی۔ اس نے مجھے بلا کر خواب کا سارا واقعہ سنا۔ پھر پوچھا کہ کیا وہ استرا پہچان لو گے۔ میں نے کہا: ہاں۔ پس اس نے استروں سے بھرا ہوا طباق پیش کرنے کا حکم دیا۔ وہ استرا ابھی طباق میں موجود تھا اور کہا کہ اس استرے کی نشاندھی کرو۔ میں نے استروں کی چھان پھٹک کی اور پہچان کر مذکورہ استرا اُٹھایا۔ اس پر امیر فرواش نے کہا ''واقعی یہ اُسترا تمہارے خواب کی صداقت پر گواہ ہے کیونکہ مجھے یہی استرا مقتول کے سر کے پاس سے ملا ہے''۔

؎ نام آنے سے ابوبکر و عمر کے لب پر
کیوں بگڑتا ہے وہ تو پہلو میں سُلائے ہوئے ہیں

قارئین سے درخواست: قارئین کرام سے درخواست ہے کہ جو بھی مدینہ منورہ حاضری کی سعادت پائیں۔ بارگاہِ رسالت میں، بارگاہِ خلافت میں، احقر راقم الحروف کا عاجزانہ غلامانہ سلام پیش کر کے احسانِ عظیم فرمائیں۔ اگر الفاظ وہ ہوں جو حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ نے بہار شریعت حصہ ششم میں تحریر فرمائے ہیں تو کرم بالائے کرم ہوگا۔ حضرت صدر الشریعہ کے الفاظ مبارک کے ساتھ ساتھ ان کی

وصیت بھی برکت کیلئے تحریر کی جارہی ہے:

''فقیر ذلیل ان مسلمانوں کو جو اس رسالہ کو دیکھیں وصیت کرتا ہے کہ جب انہیں حاضریٔ بارگاہ نصیب ہو، فقیر کی زندگی میں یا بعد، کم از کم تین بار مواجہۂ اقدس میں ضرور یہ الفاظ عرض کر کے اس نالائق ننگِ خلائق پر احسان فرمائیں۔ اللہ ان کو دونوں جہاں میں خیر بخشے۔ آمین

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللّٰہ و علی آلک و ذوئک فی کل آن و لحظۃ عدد کل ذرۃ الف الف مرۃ من عبیدک امجد علی یسالک الشفاعۃ فاشفع لہ وللمسلمین (یارسول اللہ حضور اور حضور کی آل اور سب علاقہ والوں پر ہر آن اور ہر لحظہ میں ہر ہر ذرہ کی گنتی پر دس دس لاکھ درود سلام حضور کے حقیر غلام امجد علی کی طرف سے، وہ حضور کی شفاعت مانگتا ہے، حضور اس کی اور تمام مسلمانوں کی شفاعت فرمائیں)

نوٹ: حضرت صدر الشریعہ کے نام کی جگہ سلام بھیجنے والے کا نام داخل کر سکتے ہیں۔

سلام شوق کہہ دینا ادب سے ہم غریبوں کا
تمہیں اے حاجیو جب گنبد خضرا نظر آئے

مزید گزارش یہ ہے کہ ممکن ہو تو بارگاہِ سید الشہداء رضی اللہ عنہ بارگاہِ جنت البقیع میں اس حقیر غلام غوث و رضا محمد عطاء الرحمٰن قادری کا سلام عرض کر دیں۔ راقم الحروف کی زندگی میں اگر یہ بھی عرض کر دیں کہ آقا اس حقیر غلام کو بھی خدمت میں یاد فرمائیں تو یہ بہت بڑا احسان ہوگا۔ اللہ سب حضرات کو اجر عظیم عطا کرے۔

یہ کہنا آقا بہت سے عاشق تڑپتے سے چھوڑ آیا ہوں میں
بلاوے کے منتظر ہیں لیکن نہ صبح آیا نہ شام آیا

سقیفہ بنی ساعدہ کی زیارت

سقیفہ بنی ساعدہ وہ مقام ہے جہاں نبی کریم ﷺ تشریف لے گئے' نماز ادا فرمائی' آرام فرمایا اور پانی نوش فرمایا۔ ابن زبالہ کی روایت کے مطابق اسی مقام پر رسول اللہ ﷺ نے بنو ساعدہ کے سردار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو دہی کی لسی عنایت فرمائی تھی۔ یہ مقام مسجد نبوی شریف سے مغرب کی جانب ۲۰۶ میٹر کے فاصلے پر ہے۔ سقیفہ اس عمارت کو کہتے ہیں جس کی تین دیواریں بنائی جاتی تھیں اور ایک سمت خالی چھوڑ دی جاتی تھی۔ چھت عموماً کھجور کے پتوں یا لکڑی سے تیار کی جاتی تھی۔ مدینہ منورہ میں اس عمارت کا رواج رہا۔ موسم کے لحاظ سے یہاں پر شمالی سمت خالی چھوڑی جاتی تھی تا کہ موسم گرما میں ہوا کی آمد و رفت سے عمارت کے اندر گرمی کی شدت میں کمی واقع ہو جائے۔ یہ عمارتیں اجتماعی محافل وغیرہ کیلئے بنائی جاتی تھیں' جیسے ہمارے یہاں دیہاتوں میں چوپال اور شہروں میں کمیونٹی سنٹر وغیرہ کا رواج ہے۔

سقیفہ بنی ساعدہ انصار کے مشہور قبیلہ بنو ساعدہ کے مل بیٹھنے کی جگہ تھی۔ بنو ساعدہ کا شمار حدیث پاک کے مطابق انصار کے چار افضل قبائل میں ہوتا ہے۔ اس سقیفہ کی شمالی جانب کچھ فاصلے پر بنو ساعدہ کا کنواں تھا' جس کا تذکرہ احادیث پاک میں بئر بضاعۃ کے نام سے آتا ہے۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے اس کا پانی نوش فرمایا تھا اور اس میں اپنا لعاب دہن پاک بھی ڈالا تھا' جب کوئی مریض اس کنویں کے پانی سے غسل کر لیتا تو شفایاب ہو جاتا تھا۔ اب افسوس کہ یہ کنواں طیبہ سنٹر کی عمارت میں دفن ہو چکا ہے۔

عاشقانِ رسول ﷺ کیلئے سقیفہ بنی ساعدہ ایک تو اس لحاظ سے اہمیت رکھتا ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کی یہاں جلوہ گری ہوئی تھی۔ بمصداق

؎ جہاں جہاں سے وہ گزرے جہاں جہاں ٹھہرے
وہی مقام محبت کی جلوہ گاہ بنے

اس مقام کی دوسری اہمیت یہ ہے کہ امیر المومنین خلیفۂ بلا فصل حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا بطورِ خلیفہ انتخاب یہیں پر ہوا تھا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اکابر صحابۂ کرام علیہم الرضوان سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرما جانے کے بعد اس عظیم صدمے سے متعلق مصروفِ گفتگو تھے کہ کسی نے سقیفہ بنی ساعدہ میں انصار کے اجتماع کے بارے میں اطلاع دی کہ وہاں بنو ساعدہ اپنے سردار حضرت سعد بن عبادہ کو خلیفہ بنانے کے متعلق گفتگو کر رہے ہیں۔ حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عرض کی کہ ہمیں اپنے انصاری بھائیوں کے پاس جانا چاہیئے تاکہ جلدی میں کوئی ایسا فیصلہ نہ کر بیٹھیں، جس سے مسلمانوں کو نقصان ہو۔ چنانچہ یہ حضرات سقیفہ بنی ساعدہ تشریف لے گئے، وہاں جا کر دیکھا تو حضرت سعد بن عبادہ بخار کی وجہ سے چادر اوڑھے تشریف فرما تھے اور انصار بھی موجود تھے، وہاں طویل گفتگو جاری رہی جو مختلف کتب حدیث میں موجود ہے۔ اختصار کے پیش نظر یہاں مسند امام احمد بن حنبل سے ایک حدیثِ پاک تحریر کی جا رہی ہے:

سقیفہ بنی ساعدہ کے اس اجتماع میں حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انصار کے فضائل بیان کرنے کے بعد حضرت سعد بن عبادہ انصاری رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: اے سعد! آپ کو یاد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی موجودگی میں ارشاد فرمایا تھا: قُرَیْش وُلَاۃُ ھٰذَا الْاَمْرِ۔ خلافت کے والی قریش ہیں۔ نیک لوگ ان کے نیکوں کے تابع ہوں گے اور فاجر لوگ ان کے فاجروں کے تابع ہوں گے"۔ حضرت سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے تصدیق کرتے ہوئے فرمایا: ہاں آپ نے سچ کہا واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے

ہی ارشاد فرمایا تھا: نحن الوزراء وانتم الامراء ''ہم انصاری وزیر ہیں اور آپ لوگ امیر''۔ دیگر روایات میں ہے کہ حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عرض کی کہ اپنا ہاتھ بڑھائیں۔ انہوں نے ہاتھ بڑھایا تو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بیعت کی پھر سب مہاجرین نے بیعت کی۔ انصار بھی آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کیلئے دیوانہ وار آگے بڑھے یہاں تک کہ وہاں موجود تقریباً سب ہی لوگوں نے بیعت کر لی۔ ظہر کی نماز کے وقت حضرت سیدنا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ مسجد نبوی شریف میں آئے اور حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صداقت' عظمت اور سبقت بیان کرنے کے بعد آپ کی بیعت کر لی۔ اس حوالے سے اگر سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ارشادات دیکھنے ہوں تو راقم الحروف کی کتاب ''شانِ صدیق اکبر بزبانِ فاتحِ خیبر رضی اللہ عنہما'' ملاحظہ فرمائیں۔

سقیفہ بنی ساعدہ کی موجودہ کیفیت: سقیفہ بنی ساعدہ کے مقام پر سعودی گورنمنٹ کا ایک لائبریری اور مسجد بنانے کا منصوبہ تھا جیسا کہ ''ابواب تاریخ المدینۃ المنورہ'' میں علی حافظ نے بیان کیا ہے۔ یہ کتاب ۱۴۲۵ھ میں جدہ شریف حاضری کے موقع پر راقم الحروف کو تحفہ ملی تھی۔ یہ سفرنامہ تحریر کرتے ہوئے اس کتاب سے خوب استفادہ کیا ہے۔ کتاب میں مذکورہ منصوبے کے برعکس اس وقت وہاں نہ تو کوئی مسجد اور نہ ہی کوئی لائبریری ہے۔ البتہ وہاں ایک نہایت خوبصورت باغ ہے' جس میں تین اطراف سے دیواریں اور باڑ ہے اور ایک طرف سے داخلہ کیلئے راستہ ہے' راقم الحروف اس نورانی مقام پر بارہا صبح فجر کی نماز کے بعد حاضر ہو کر فیوض و برکات حاصل کرتا رہا۔

....

آبِ حیاتِ روح ہے زرقا کی بوند بوند

مدینہ منورہ میں آب رسانی کیلئے ایک چشمہ جاری کیا گیا تھا' جسے ''عین الزرقاء' کے نام سے جانا جاتا تھا۔ یہ چشمہ حضرت سیدنا امیر معاویہ کے عہد سلطنت میں تعمیر کیا گیا۔ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عامل مدینہ مروان کو خط لکھا کہ ''مجھے حیا آتی ہے کہ دمشق کے باسیوں کو گھر کے قریب سے پانی میسر ہو اور اہل مدینہ دور دراز کنوؤں سے پانی بھر کر لائیں۔ لہٰذا وہاں بھی آب رسانی کا بہترین نظام قائم کرو۔ اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے مروان نے قبا کی بستی میں واقع ازرق نامی کنویں سے پانی جاری کیا۔ اس کنویں کی وجہ اس کا نام ''عین الزرقاء' (نیلا چشمہ) ہوا۔ اسی چشمے کے پانی کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے امام اہلسنت الشاہ احمد رضا خاں محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے قصیدہ حضورِ جانِ نور میں فرماتے ہیں:

آب حیاتِ روح ہے زرقا کی بوند بوند
اکسیر اعظمِ مسِ دل خاک در کی ہے

مراد یہ ہے کہ عین الزرقاء کے پانی کا ایک ایک قطرہ روح کیلئے آبِ حیات ہے جسے پینے سے روحانی ترقی نصیب ہوتی ہے اور پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے درِ اقدس کی خاک قلبی بیماریوں سے نجات کیلئے اکسیرِ اعظم کا درجہ رکھتی ہے۔ (سبحان اللہ)

عین الزرقاء کے ذریعے سے مدینہ منورہ میں پانی پہنچانے کا بندوبست کیسے کیا گیا۔ یہ تاریخ کا نہایت اہم موضوع اور اہل مدینہ کی خدمت کی نہایت خوبصورت داستان ہے۔ اس چشمے کی تاریخی اہمیت کے پیش نظر یہاں چند سطور اس کے تعارف کیلئے سپردِ قلم کی جارہی ہیں۔ ❁ جیسا کہ گذشتہ سطور میں آپ نے پڑھا کہ اس چشمے کو

قبا شریف کی بستی میں واقع کنویں ''ازرق'' سے پانی مہیا کیا جاتا تھا۔ یہ کنواں بستانِ جعفریہ میں مسجد قبا کے قریب ہی تھا (سبحان اللہ مسجد قبا کے گردو نواح میں کس قدر سبزہ ہے اور لہلہاتے ہوئے کھجور کے باغات آنکھوں کو کتنی ٹھنڈک پہنچاتے ہیں۔ راقم الحروف ۱۴۲۵ھ میں پہلی مرتبہ جب یہاں حاضر ہوا تو بس سے اُترتے ساتھ ہی دم بخود رہ گیا۔ اللہ اکبر حد نگاہ تک سبزہ ہی سبزہ نظر آ رہا تھا۔ اب تک تو لوگوں سے صحرائے مدینہ کا تذکرہ سنا تھا لیکن یہاں تو اس کے برعکس چہار جانب گلزار مدینہ ہی نظر آتا تھا) عین الزرقاء میں مزید پانی ڈالنے کے لئے قبا کے علاقے میں مزید ۹ کنویں کھودے گئے، جن سے رہٹ کے ذریعے پانی کھینچا جاتا تھا۔ کچھ بڑی مقدار سے پانی ذخیرہ ہو جانے کی وجہ سے اور کچھ قبا شریف کے عام مدینہ منورہ سے اونچائی پر واقع ہونے کی وجہ سے بہاؤ میں تیزی آ گئی تھی۔ یہ چشمہ دھوپ کی تپش سے بچانے کیلئے اور پانی کو بخارات بننے سے محفوظ رکھنے کیلئے زیرزمین جاری کیا گیا تھا۔ جیسے ہمارے یہاں بلوچستان وغیرہ میں ''کاریز'' بنائی جاتی ہے۔ اس میں ذرہ برابر بھی مبالغہ نہیں کہ ارضِ حجاز کے کسی شہر میں فراہمی آب کا یہ اوّلین اور سب سے بڑا منصوبہ تھا۔ مدینہ منورہ کی آبادی میں اضافے کے ساتھ ساتھ مزید کنویں کھود کر اس نظام سے منسلک کئے جاتے رہے۔ پانی نکالنے کیلئے مختلف مقامات پر منہل (جمع مناہل) بنائے گئے تھے۔ موسم حج میں اس نظام کی اہمیت بہت بڑھ جاتی تھی اور لاکھوں کی تعداد میں حجاج کرام اس نظام سے استفادہ کرتے تھے۔ شہر میں کئی جگہ نل بھی لگا دیئے گئے تھے، جن میں پائپ کے ذریعے چشمے کا پانی پہنچتا تھا اور وہاں سے لوگ مشکیزوں میں پانی بھر کر گھروں میں لے جاتے تھے۔ کچھ جگہوں پر گہرائی میں نل لگائے گئے تھے اور لوگوں کے اُترنے کیلئے سیڑھیاں بھی بنا دی گئی تھیں۔ پانی مہیا ہونے کے مقامات بہت سے تھے، جن میں سے المناخہ، باب السلام اور حارۃ الاغوات

کے مناہل اہم ہیں۔ ابتداء میں باب السلام کے منہل سے نالی کے ذریعے مسجد نبوی شریف کے صحن میں بھی پانی پہنچایا گیا جو فوارے کی صورت میں نکل کر نہایت خوبصورت منظر پیش کرتا تھا۔ لوگ وضو بھی کرتے تھے اور پیاس بھی بجھاتے تھے لیکن بعد میں آداب مسجد کے پیش نظر اس فوارے کو بند کر دیا گیا۔ خدامِ مسجد نبوی عین الزرقاء کے قریبی منہل سے پانی لے کر گھروں میں بھر کر رکھ دیتے تھے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ پانی بہت پسند تھا۔ ملفوظات شریف میں آپ نے اس مقدس پانی کے ٹھنڈا' میٹھا اور ہلکا' ہونے کے اوصاف بیان کر کے اپنی انتہائی پسندیدگی کا اظہار فرمایا۔

۱۸۵۰ء میں ایک برطانوی جاسوس رچرڈ برٹن مدینہ منورہ آیا۔ واپسی پر اس نے ایک سفرنامہ لکھا جس میں عین الزرقاء کا ذکر یوں کیا "یہ پانی کی نہر زیرزمین چلتی ہے جو کہ زمین سے تقریباً تیس فٹ نیچے گزرتی ہے۔ مختلف مقامات پر مخرج بنائے گئے ہیں ان سے نہ صرف پانی نکالا جاتا ہے بلکہ تازہ ہوا بھی ان سے داخل ہو کر پانی کو صاف رکھتی ہے ان مخرجوں میں سطح آب تک جانے کیلئے' عوام کی سہولت کی خاطر زینے نصب کئے گئے ہیں۔ مدینہ طیبہ سے نکل کر یہ نظام شمال میں کھجور کے باغوں تک پہنچ کر اختتام پذیر ہو جاتا ہے۔ اپنے قیام مدینہ کے دوران میں نے اسی پانی کو پیا اور جیسا کہ اہل شہر کہتے ہیں' ہمیشہ میں نے اسے میٹھا اور صاف پایا ہے۔

(جستجوئے مدینہ ص ۳۷۷ ملخصاً)

اس چشمۂ صافی کی مرمت و توسیع کا شرف مختلف ادوار میں سلطان اشرف قاتیبائی' سلطان سلیمان قانونی' سلطان سلیم اور سلطان عبدالحمید دوم نے حاصل کیا۔ ۱۹۷۸ء تک عین الزرقاء پوری آب و تاب کے ساتھ اہل مدینہ کی پانی کی ضروریات پوری کرتا رہا۔ یہاں تک کہ سعودی حکومت نے ایک نیا محکمہ بنایا' جس میں عین الزرقاء

کے تمام ملازمین شامل کر لئے گئے۔ مسجد قبا کے قریب ایک بہت بڑی ٹینکی بنائی گئی جس میں بحیرہ احمر کے پانی سے نمکیات زائل کر کے ذخیرہ کیا گیا۔ اب اسی ذخیرے سے اہل مدینہ کو پانی فراہم کیا جاتا ہے۔ لیکن جنہوں نے عین الزرقاء کی خدمت کی اور بنیاد رکھی۔ بالخصوص حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا نام مہمانانِ رسول کی خدمت کرنے والوں میں سنہرے حروف سے لکھا رہے گا۔ قارئین خود ہی اندازہ کر لیں کہ آغاز سے لے کر ۱۹۷۸ء تک پانی کا یہ چشمہ جاری رہنے سے حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ثواب جاریہ کا کتنا بھاری اور وافر حصہ ملا ہوگا۔ (سبحان اللہ)

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

....

مدینہ منورہ کے کتب خانوں کی زیارت

علم دین کا نور مدینہ منورہ سے ہی ساری دنیا میں عام ہوا۔ اس لئے اس شہر مقدس میں علماء فقہاء کی ہر دور میں کثرت رہی۔ نادر و نایاب دینی کتب سے اس کے کتب خانے ہر دور میں بھرے رہے۔ مدنی کتب خانوں میں نادر کتب اور مخطوطات یعنی قلمی نسخوں کی کثرت کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ عالم اسلام کے اکثر مصنفین اپنی کتاب کا ایک نسخہ حصولِ برکت کیلئے بارگاہِ رسالت میں پیش کرنے کی نیت سے مدینہ منورہ بھجواتے رہے۔ کئی مصنفین کتاب لکھنے یا کتاب کی تکمیل کرنے کی نیت سے مدینہ منورہ حاضری کی سعادت حاصل کرتے تھے جیسا کہ حضرت امام بخاری علیہ الرحمۃ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب صحیح بخاری مدینہ منورہ میں قیام کر کے مکمل کی تھی۔ اب ان کی جائے قیام پر ایک

خوبصورت مسجد تعمیر کی گئی ہے جس کا نام مسجد الامام البخاری ہے۔ اس مرتبہ کی حاضری میں اکثر اس مسجد کے پاس سے گزر کر مسجد نبوی شریف میں حاضری کا شرف حاصل ہوتا رہا۔ زیر نظر سطور میں مدینہ منورہ کے کتب خانوں کا باختصار ذکر کیا جا رہا ہے۔

مکتبۃ الحرم النبوی الشریف: مسجد نبوی شریف میں یہ لائبریری تو پہلے سے ہی موجود تھی لیکن ۱۳۹۱ھ میں اس کی توسیع عمل میں آئی۔ یہ باب عمر قدیم اور باب عثمان قدیم کے ساتھ واقع ہے۔ مسجد نبوی شریف کی موجودہ توسیع کے نتیجے میں یہ لائبریری مسجد شریف کے درمیان میں آ چکی ہے۔ لائبریری کے پہلے ہال میں علوم حدیث اور دوسرے ہال میں علوم تفسیر سے متعلقہ کتب ہیں۔ باب عثمان رضی اللہ عنہ قدیم سے متصل تین ہالوں میں سے تیسرے ہال میں مذاہب فقہ کی کتب حنفی، مالکی، حنبلی اور شافعی کے علیحدہ علیحدہ عنوانات کے تحت موجود ہیں۔ چوتھا ہال تاریخی کتب اور پانچواں ہال مخطوطات پر مشتمل ہے جبکہ ۲۹ نمبر دروازے سے متصل خواتین کی لائبریری ہے۔ یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صرف نجدی مکتب فکر سے متعلق کتب موجود ہیں اور پوری دنیا میں سیرت کے موضوع پر لکھی جانے والی عظیم الشان کتب میں سے کوئی کتاب بھی یہاں موجود نہیں۔ اکثر الماریاں خالی نظر آتی ہیں۔ حالانکہ اس کتب خانے کیلئے مدینہ منورہ کے اکثر اہل علم نے اپنے ذاتی کتب خانے نذر کر دیئے تھے۔ ظاہر ہے کہ حکومت کے حکم پر جو کتب نجدی فکر سے متصادم ہوں گی انہیں لائبریری سے خارج کر دیا جاتا ہو گا لیکن اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا خاں محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی علم غیب کے موضوع پر شہرۂ آفاق کتاب "الدولۃ المکیہ" کا قلمی نسخہ یہاں موجود ہے جبکہ حرم مکی کے کتب خانے میں اس کی مائیکرو فلم زیر نمبر ۱۹۱۶ آج بھی محفوظ ہے۔ جیسا کہ علامہ

عبدالحق انصاری نے اپنی کتاب ''تاریخ الدولة المکیه'' کے ص ۸۴ پر قاضی عبدالنبی کوکب کی مرتب کردہ فہرست ''الخزائن'' کے حوالے سے لکھا ہے۔

مسجد نبوی شریف کی اس لائبریری میں ۱۹۰۰ سے زیادہ قرآنی مخطوطے موجود ہیں جو پہلی صدی سے لے کر عثمانی ترکی دور کے معروف خطاطوں کی مہارت کا نتیجہ ہیں۔ حفاظت کیلئے ان قلمی نسخوں کو بند کمرے میں رکھا گیا ہے۔ عام افراد ان مخطوطہ جات کے نمائندہ صفحات کا عکس دیکھ سکتے ہیں جو دیواروں پر آویزاں کیئے گئے ہیں۔ راقم الحروف ۱۴۲۵ھ کی حاضری میں احباب کے ہمراہ خطاطی کے ان نمونوں کو دیکھنے میں محو تھا کہ قریب ہی ایک گائیڈ ترکی زائرین کے وفد کو ان مخطوطہ جات کے بارے میں بتا رہا تھا۔ زائرین میں سے ایک شخص نے رہنما سے مصحف عثمانی کے عکس کے بارے میں دریافت کیا کہ یہ کیا لکھا ہے؟ گائیڈ کے لاعلمی کا اظہار کرنے پر راقم الحروف نے گائیڈ کو انگریزی زبان میں بتایا کہ یہ قرآن حکیم کی سورۃ الصافات کی ابتدائی آیات کا عکس ہے۔ گائیڈ اتنا خوش ہوا کہ بیان سے باہر ہے پھر اس نے ترکی زائرین کے وفد کو بتایا اور ساتھ ہی راقم الحروف کی جانب بھی اشارہ کیا۔ تمام وفد جس میں کئی افراد معمر تھے' حیرت و تشکر کے ملے جلے جذبات کے ساتھ راقم کی جانب دیکھ رہے تھے۔ قارئین یہ بھی ایک المیہ ہے کہ جدید ترکی کے بانی اتاترک نے ترکی زبان کا رسم الخط تبدیل کر کے ترکی قوم کا رشتہ اپنے صدیوں پر محیط علمی ورثے سے توڑ دیا۔ اب وہ قدیم رسم الخط میں تحریر کردہ اپنے علماء و مشائخ کی کتب نہیں پڑھ سکتے' یہاں تک کہ قرآن کریم کو بھی پڑھنے میں مشکل محسوس کرتے ہیں۔ پاکستان میں بھی آزاد خیال طبقہ کبھی کبھار اردو کو رومن رسم الخط میں لکھنے کا مطالبہ کرتا رہتا ہے۔ اس مطالبے کے پیچھے یہی سازشی ذہنیت کارفرما ہے۔

عارف حکمت لائبریری: عثمانی دور کے شیخ الاسلام عارف حکمت کی لائبریری جو دارِ آلِ حسن میں قائم تھی، نایاب عربی اور فارسی کتب کا خزانہ تھی۔ دارِ آلِ حسن دراصل حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت امام حسن بن زید رضی اللہ عنہما کا گھر تھا جو مسجد نبوی شریف کے قدیم نقشہ جات میں ایک گنبد والی عمارت کے طور پر دیکھا جا سکتا ہے بلکہ مسجد نبوی شریف کی موجودہ توسیع کا جو ماڈل بنایا گیا تھا۔ اس میں گنبد خضراء شریف کی جنوبی جانب یہ قبہ آلِ حسن ہو بہو موجود دکھایا گیا تھا۔ یہاں تک کہ اس ماڈل کے جو نقشہ جات پاکستان میں آئے تھے ان میں بھی قبہ شریف موجود تھا۔ شیخ طریقت مولانا علامہ الحاج مفتی ابوداؤد محمد صادق صاحب قادری رضوی مدظلہ العالی کے دفتر کے دروازے کے ساتھ فریم شدہ مسجد نبوی شریف کے توسیعی ماڈل کا نقشہ آویزاں تھا۔ تقریباً ہر نماز اور بالخصوص نمازِ جمعہ کے بعد اکثر احباب اس نقشے کی زیارت کرتے رہتے تھے۔ راقم الحروف کے بچپن کا دور تھا۔ نہایت عقیدت کے ساتھ دیکھتا اور سوچتا تھا کہ گنبد خضریٰ شریف کی جنوبی جانب یہ دوسرا گنبد کس کا مزار ہے؟ بہت بعد میں معلوم ہوا کہ یہ مزار نہیں بلکہ شیخ الاسلام عارف حکمت کی لائبریری ہے۔ سید یوسف ہاشم الرفاعی سابق وزیر اوقاف کویت نے حضرت صاحبزادہ سید وجاہت رسول قادری صاحب کے گھر واقع ڈیفنس کراچی میں ایک مرتبہ عارف حکمت لائبریری کی اہمیت پر گفتگو فرمائی تھی اور اسے دوبارہ تعمیر نہ کرنے اور اس کی تمام کتب عبدالعزیز لائبریری میں منتقل کرنے پر بڑے افسوس کا اظہار کیا تھا۔ راقم الحروف وہاں موجود تھا اور سید یوسف ہاشم الرفاعی مدظلہ کی آنکھوں میں نمی واضح طور پر محسوس کر رہا تھا۔ شاہ عبدالعزیز لائبریری میں نہ صرف عارف حکمت لائبریری بلکہ مدینہ منورہ کی پندرہ مزید

لائبریریوں کی کتب شامل کرلی گئی ہیں، جن میں رباط مظہر نقشبندیہ اور محمودیہ لائبریری کی کتب خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ عبدالعزیز لائبریری سقیفہ بنی ساعدہ کے قریب ایک چار منزلہ عمارت میں قائم ہے۔ گورنمنٹ کے زیرِ اہتمام ہے۔ بارہا باہر سے دیکھا لیکن اندر جانے کا موقع راقم الحروف کو نہ مل سکا۔

آستانہ قادریہ ضیائیہ کی لائبریری: حضرت قطبِ مدینہ مولانا محمد ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمۃ کی لائبریری اس وقت ڈاکٹر محمد رضوان مدنی مدظلہ کے گھر واقع حارہ شرقیہ میں قائم ہے۔ اس میں عربی کتب کے ساتھ ساتھ اُردو کی کتب بھی موجود ہیں۔ وہ کتب بھی ہیں جو اعلیٰ حضرت امام اہلسنت کی تحریر کردہ یا ان کے مطالعہ سے گزری ہیں۔ ڈاکٹر رضوان مدنی جو ایک عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ مبلغ، مدرس اور مصنف بھی ہیں، نے بڑے سلیقے کے ساتھ تفسیر، حدیث، فقہ، تاریخ کے عنوانات کے ساتھ اس لائبریری کو ترتیب دیا ہے۔ اسی لائبریری میں ہفتہ وار محفلِ میلاد منعقد ہوتی ہے۔ راقم الحروف نے اپنی کتب سیرتِ صدر الشریعہ اور تذکرۂ اعلیٰ حضرت بزبانِ صدرِ شریعت ڈاکٹر رضوان مدنی صاحب کی خدمت میں بوقت ملاقات پیش کی تھیں، جب دو دن بعد ہفتہ وار محفل میں حاضری ہوئی تو نئی کتب کے ریک میں یہ دونوں کتب موجود پاکر بے اندازہ فرحت و مسرت ہوئی۔ بعد میں ایک زائر کے توسط سے ''حیات محدثِ اعظم'' بھی بھجوائی تھی۔ یہاں یہ ذکر کرنا بھی فائدے سے خالی نہیں ہوگا کہ ڈاکٹر صاحب نے علامہ امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر کردہ عظیم الشان کتاب ''القول البدیع'' بھی عنایت فرمائی تھی جبکہ اپنی کتب کے حصول کیلئے ''مکتبہ دارالزمان'' رابطے کا مشورہ دیا تھا۔ حیرت کی بات ہے کہ لفظ مکتبہ لائبریری اور بک سنٹر جہاں قیمتاً کتابیں ملتی ہیں دونوں

کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ مکتبہ دارالزمان ایک عظیم الشان مکتبہ ہے جس کی ایک برانچ مسجد نبوی شریف کے باب فہد کے قریب بھی ہے لیکن محلہ بنی عبدالاشہل کے چوک میں واقع اس مکتبہ کے ہیڈ آفس میں حاضری کا موقع ملا۔ تین منزلوں پر مشتمل یہ بہت بڑا بک سنٹر ہے۔ یہاں فقہ حنفی کی کتب مثلاً مبسوط، ہدایہ اور نصب الرایہ ہے وغیرہ کا وسیع ذخیرہ موجود ہے۔ میلاد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر گیارہ جلدوں پر مشتمل امام ناصرالدین دمشقی کی کتاب "جامع الآثار فی بیان مولد النبی المختار" نظر آئی۔ خریدنا چاہا تو معلوم ہوا کہ ہدیہ ۳۳۱ ریال ہے جو راقم الحروف کی سکت سے زیادہ تھا۔ خواہش ہوئی کہ اس کی فہرست دیکھ کر مضامین کا اندازہ کر لیا جائے لیکن یہ گیارہ جلدیں ایک مضبوط پیکٹ میں بند تھیں جسے کھولا نہیں جا سکتا تھا۔ ڈاکٹر رضوان مدنی صاحب کی کتاب "الورود فی ذکری المولود" بھی موجود تھی۔

راقم الحروف نے بطور تبرک "شفاء شریف" اور بخاری و مسلم کی متفق علیہ احادیث پر مشتمل کتاب "اللؤلو والمرجان" حاصل کیں جو مناسب ہدیے پر مل گئیں۔ شہید مولانا محمد خرم رضا قادری رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ کے بک سنٹر بتایا کرتے تھے جہاں کم ہدیے پر کتب مل سکتی ہیں۔ افسوس یہ مقامات راقم الحروف اس لئے نہ نوٹ کر سکا کہ یہ طے ہوا تھا کہ مولانا خرم رضا شہید کے ہمراہ مدینہ منورہ حاضری کی سعادت ملی تو وہ مجھے خود یہ تمام مقامات دکھا دیں گے۔ مولانا موصوف جامِ شہادت نوش کر گئے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ اب دیکھئے کب مدینہ منورہ حاضری اور مناسب قیمت پر کتابیں ملنے والی جگہوں کی تلاش میں کامیابی ملتی ہے؟

....

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا باغ

جلیل القدر صحابئ رسول حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا باغ عاشقانِ رسول کے لئے خاص کشش اپنے اندر رکھتا ہے۔اس سے پہلے کہ اس بابرکت باغ کا تعارف پیش کیا جائے حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی ایمان افروز جدوجہد بالخصوص سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کیلئے ان کے طویل سفر کا تذکرہ پیش خدمت ہے۔

حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فارس کے قصبہ جیؒ کے رہنے والے تھے۔ سلسلۂ نسب شاہان فارسی سے جاملتا ہے۔والد بستی کا سردار اور مجوسی تھا۔والد نے آتش کدہ کی نگرانی آپ کے سپرد کر رکھی تھی۔ایک مرتبہ گرجا کے قریب سے گزر ہوا۔دعائیہ کلمات سنے تو دل میں گھر کر گئے۔گرجا کے راہب سے کچھ سوالات کیے جن کے تسلی بخش جوابات ملنے پر عیسائیت قبول کر لی۔والد نے بیڑیاں پہنا کر قید کر دیا۔خفیہ طور پر آپ نے عیسائیوں سے رابطہ کیا جنہوں نے شام کی جانب جانے والے قافلے میں شامل کرا کے فرار کرا دیا۔شام میں مختلف علمائے نصاریٰ سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ ابتداء میں ایک دنیادار عالم کے پاس رہے لیکن آخرکار ایک متقی دین دار اور عابد شب زندہ دار عالم سے ملاقات ہوگئی۔عرصۂ دراز تک اس عالم کی خدمت میں رہے۔یہاں تک کہ اس کی وفات کا وقت آیا تو اُن سے دریافت کیا کہ ”آپ کے بعد اپنی روحانی پیاس بجھانے کیلئے کس عالم کے پاس جاؤں اس نے موصل کے ایک عالم کا پتہ بتایا۔ چنانچہ وہاں پہنچے اور ایک عرصہ رہے پھر اس کی وصیت پر نصیبین اور اس کے بعد عموریہ کے عالم کے پاس رہے جب اس کی وفات کا وقت آیا تو اس سے دریافت کیا کہ تلاشِ حق میں تھک گیا ہوں اب کس کے پاس جاؤں؟ اس عالم نے بتایا کہ میری نظر میں اس

وقت کوئی راہنما نہیں جو تمہیں سیدھا رستہ دکھائے۔ البتہ نبی آخرالزمان (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ظہور کا وقت قریب ہے۔ اگر ہمت کر سکو تو صحرائے عرب چلے جاؤ۔ آخری نبی کی علامات یہ ہوں گی۔

◈ وہ صدقہ کا مال نہیں کھائیں گے۔ ◈ وہ ہدیہ قبول کریں گے۔ ◈ کھجوروں والی سرزمین کی جانب ہجرت کریں گے۔ ◈ دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی۔

کہاں کہاں لئے پھرتی ہے جستجوئے رسول: اب حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اس فکر میں سرگرداں تھے کہ کوئی قافلہ مل جائے جس میں شامل ہو کر سرزمین عرب پہنچنے میں کامیابی حاصل کر لیں۔ آخر کو ایک قافلہ ملا۔ آپ نے اپنا سارا مال انہیں دے دیا تاکہ انہیں عرب لے جائیں لیکن ان ظالموں نے انہیں بطور غلام بیچ دیا۔ یوں بکتے بکتے آپ سرزمین عرب میں پہنچ گئے۔ یہاں تک کہ بنو قریظہ کے ایک یہودی نے آپ کو خرید لیا۔ یہ یہودی آپ کو مدینہ منورہ لے آیا۔ آپ نے کھجوروں والی سرزمین دیکھی تو یقین کر لیا کہ منزل مقصود تک پہنچ گیا ہوں۔ آپ کا ارشاد ہے "دیار حبیب تک پہنچنے کیلئے میں دس مرتبہ فروخت ہوا"

آخر وہ وقت بھی آگیا جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ میں تشریف آوری ہوگئی۔ حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں قبا کے مقام پر حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یہ صدقہ لایا ہوں' قبول فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے لئے صدقہ جائز نہیں۔ یہ فرما کر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو صدقہ عنایت فرما دیا۔ کھجوروں والی سرزمین کی نشانی تو پہلے ہی پوری ہو چکی تھی اب دوسری علامت کی بھی تصدیق ہوگئی۔ چند دن بعد مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور تحفہ پیش کیا جسے سرکار نے قبول

فرمالیا۔ یوں تیسری علامت کی بھی تصدیق ہوگئی۔ اب دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت کی زیارت باقی تھی۔ اس کا موقع یوں ملا کہ سرکارِ دو عالم ﷺ بقیع شریف میں ایک جنازہ کے ساتھ تشریف لے گئے۔ حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سرکارِ دو عالم ﷺ کی پشت مبارک کی جانب بیٹھ گئے۔ نبیٔ غیب دان ﷺ نے پشتِ اقدس سے چادر اُٹھا دی۔ حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے مہر نبوت دیکھی، چومی اور رو دیئے۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے انہیں سامنے بلایا، سینے سے لگایا اور مشرف بہ اسلام فرمایا۔ یوں سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی تلاش حق کا سفر اپنے اختتام کو پہنچا۔

؎ گر پڑ کے یہاں پہنچا مر مر کے اسے پایا
چھوٹے نہ الٰہی اب سنگ درِ جانانہ

حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ جیسے اپنے خاندان کو چھوڑ کر، وطن سے منہ موڑ کر حق کی تلاش میں نکلے اور راہِ حق میں ہر مصیبت کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کیا۔ یہ متلاشیان حق کیلئے ایک نمونہ اور مثال کی حیثیت اختیار کر گیا۔ نام و نسب جب آپ سے پوچھا جاتا تو فرماتے "میں سلمان ہوں اور اسلام کا بیٹا ہوں"۔

؎ بندۂ عشق شدی ترکِ نسب کن جامی
اندریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

بستانِ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ: بستان عربی زبان میں باغ کو کہتے ہیں۔ حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا باغ کیسے وجود میں آیا، یہ داستان بھی بڑی دلچسپ اور ایمان افروز ہے۔ ہوا یوں کہ قبولِ اسلام کے بعد بھی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اپنے مالک کے باغ میں کام کرتے رہے۔ ایک دن سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ اپنے مالک سے کتابت کر

لو یعنی اسے معاوضہ دے کر آزادی حاصل کر لو۔ حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے اپنے یہودی مالک سے بات کی تو جواباً اس نے کہا: سلمان اگر آزادی چاہتے ہو تو چالیس اوقیہ سونا (ایک اوقیہ کا وزن چالیس درہم ہوتا ہے) ادا کرو اور تین سو کھجور کے درخت لگاؤ جب وہ پھل دینے لگیں تو تم آزاد ہو"۔ یہودی مالک نے یہ ایسی شرط رکھ دی تھی جو کہ نہ پوری ہونی تھی نہ آزادی ملنی تھی۔ لیکن قربان جائیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پر جب سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے یہ ساری بات سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا "سلمان کیلئے پودوں سے امداد کرو" کوئی دس لے آیا کوئی بیس، یہاں تک کہ تعداد پوری ہو گئی۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے فرمایا "جاؤ گڑھے بنا کر رکھو، پودے میں خود آ کر لگاؤں گا"۔ چنانچہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اپنے دست مبارک سے پودے لگائے۔ شفاء شریف میں علامہ امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ "سب درختوں نے پھل دیئے سوائے ایک درخت کہ اسے کسی اور نے لگایا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو اکھیڑ کر دوبارہ لگایا اور اس سے پھل حاصل کیے۔ بزار رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب میں ہے کہ ایک کے سوا سب نے کھجوریں کھلائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو اکھاڑ کر دوبارہ لگایا تو وہ بھی اُسی سال پھل لے آیا اور ایک مرغی کے انڈے کے برابر سونا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب شریف لگا کر دیا۔ ان کے مالکوں نے اس میں سے چالیس اوقیہ تول کر لے لیا اور ان کے پاس جتنا دیا تھا اتنا ہی باقی رہا"۔

ہاتھ جس سمت اُٹھا غنی کر دیا

موجِ بحرِ سماحت پہ لاکھوں سلام

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ آزاد ہو گئے۔ اس باغ کا مالک زبیر بن باطا یہودی بن گیا جب غزوۂ خندق کے بعد غداری کی سزا دینے کیلئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بنو قریظہ سے جنگ

کرنے کیلئے تشریف لے گئے تو بنو قریظہ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے فیصلہ کروانے کی التجا کی جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منظور فرمالیا۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے فیصلے کے نتیجے میں ۶۰۰ یہودی مارے گئے۔ یہ باغ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت میں آیا جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال مہربانی سے حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمادیا۔ حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے اسی باغ میں باغبانی کے ساتھ ساتھ رہائش کیلئے ایک کٹیا بھی بنالی۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے بے مثال زہد وفقر کی مناسبت سے اس باغ کو صدقة الفقیر یه کے نام سے بھی جانا جاتا رہا۔ حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے لمبی عمر پائی جس کے بارے میں مختلف روایات ہیں لیکن اس پر بھی تذکرہ نگاروں کا اتفاق ہے کہ اڑھائی سو سال سے بہر حال زائد ہے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس سے لگائے ہوئے درخت صدیوں تک پھل دیتے رہے اور اہل محبت ان کی زیارت سے اور ان کی کھجوروں کی حلاوت سے برکت حاصل کرتے رہے۔ دو مقدس درخت تو ۱۹۷۵ء تک نہ صرف موجود رہے بلکہ پھل بھی دیتے رہے۔

راقم الحروف کے والد محترم، مجاہد اہلسنت، فیض یافتہ حضرت نباضِ قوم الحاج رشید احمد چغتائی قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان درختوں کی نہ صرف زیارت کا شرف حاصل کیا تھا بلکہ ان کو چومنے اور لپٹنے کی سعادت بھی پائی تھی، مزید برآں ان کھجوروں کا تبرک کھانے کا موقع بھی ملا تھا۔ اہل محبت ان مقدس درختوں سے نہایت والہانہ محبت کا اظہار کرتے تھے۔ یہ ادائیں سعودی حکومت برداشت نہ کر سکی اور ۱۹۷۶ء میں ان کو شہید کر دیا۔

مولانا ابوالنصر منظور احمد شاہ صاحب نے اپنی کتاب "مدینۃ الرسول" میں لکھا ہے "حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس ہاتھوں سے لگائے گئے اس باغ میں کھجور کے دو درخت ۱۹۷۵ء تک زیارت گاہِ عوام وخواص بنے رہے۔ ان دو درختوں کی کھجوریں

تمام کھجوروں سے لمبی، موٹی اور لذیذ محسوس ہوتی تھیں۔ ہر حاضری پر ان پودوں کی زیارت کا موقع ملتا رہا۔ (و للہ الحمد)

۱۹۷۶ء میں یہ دونوں درخت کاٹ دیئے گئے بلکہ جلا دیئے گئے کہ لوگ ان کا ادب واحترام کرتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ○ ان جلے ہوئے تنوں کو دیکھ کر سیدی علامہ احمد سعید کاظمی، شیخ الحدیث ملتان جی بھر کر روئے اور ہم سب کو رُلایا۔ ان پودوں کی کھجوریں خاصی مہنگی ملتی تھیں، لوگ ہاتھوں ہاتھ تبرک لے جاتے تھے۔ مَیں بھی دو دانے لایا اور ان کی گٹھلیاں جامعہ فریدیہ کے صحن میں بو دیں۔ اللہ کا کرم ہوا اب یہ دو پودے بڑھنے لگ گئے ہیں۔ اللہ کرے ان کا پھل نصیب ہو"

یاد آیا راقم الحروف بھی مدینہ منورہ کی کھجوروں کی گٹھلیاں پھینکنے کی بجائے ادباً اپنے گھر کے لان میں دفن کرتا رہا۔ اللہ کے فضل وکرم سے بیس پچیس کھجوروں کے پودے نکل آئے ہیں۔ دیکھیں کب تک بڑے ہوتے اور پھل دیتے ہیں۔ عاشقانِ رسول اب بھی بستان سلمان فارسی کی زیارت کیلئے جاتے ہیں۔ ایک تو اس مقدس مقام کی زیارت کیلئے اور دوسرا سرکارِ دو عالم ﷺ کے دستِ اقدس سے لگائی گئی کھجوروں کی اولاد جو اب بھی لہلہا رہی ہے اور قیامت تک سر سبز رہے گی، کی زیارت کے لئے ۱۴۲۵ھ کی حاضری میں احباب کے ہمراہ اس بابرکت باغ کی زیارت کا شرف پایا تھا۔ یہ کھجوروں کا نہایت گھنا باغ ہے۔ ہوا سے یہ درخت جب جھومتے ہیں تو نہایت خوبصورت منظر پیش کرتے ہیں۔ اللہ کریم ہمیں یہ بہاریں بار بار دیکھنے کا شرف دے۔ آمین

....

بیرِ غرس اور بیرِ اریس......دو مبارک کنویں

بیرِ اریس نامی مبارک کنواں مسجد قبا شریف کے نہایت قریب واقع تھا۔ اس کنویں کو یہ شرف حاصل ہے کہ حضور سید عالم ﷺ اس پر تشریف لائے، اس کا پانی نوش فرمایا اور بقیہ پانی لعابِ دہن شریف کے ساتھ اس کنویں میں ڈالا۔ اس کنویں کی منڈیر پر ایک مرتبہ آپ یوں بھی تشریف فرما ہوئے کہ مقدس پاؤں کنویں کے اندر لٹک رہے تھے۔ اسی موقع پر حضرت سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ "میں سرکارِ دو عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام عرض کرنے کے بعد دروازے پر دربان کی حیثیت سے بیٹھ گیا۔ اچانک کسی نے دروازے پر دستک دی، میں نے پوچھا کون؟ جواب ملا ابو بکر صدیق۔ میں نے عرض کیا ٹھہریں میں سرکارِ دو عالم ﷺ سے اجازت لے کر آتا ہوں۔ میں نے عرض کی کہ صدیق اکبر دروازہ پر حاضر ہیں اور حاضری کی اجازت چاہتے ہیں۔ فرمایا: اسے اندر بلاؤ اور جنت کی خوشخبری دے دو۔ میں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ خوشخبری سنائی وہ خدمت اقدس میں حاضر ہو کر سرکارِ دو عالم ﷺ کے دائیں جانب کنویں میں پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئے۔ پھر کسی نے دروازے پر دستک دی، میں نے پوچھا کون؟ جواب ملا: عمر بن خطاب۔ میں نے عرض کیا ٹھہریں، میں سرکارِ دو عالم ﷺ سے اجازت لے لوں۔ بارگاہ رسالت میں عرض کیا تو ارشاد ہوا کہ اسے بھی اندر بلا لو اور جنت کی خوشخبری سنا دو۔ وہ حاضرِ خدمت ہوئے اور سرکار ﷺ کی دوسری جانب کنویں میں پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئے۔ پھر دستک ہوئی میں نے پوچھا کون؟ جواب ملا عثمان بن عفان۔ میں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: فرمایا اسے جنت کی خوشخبری دو اور آزمائش سے بھی آگاہ کرو۔ میں نے بشارت سنائی۔ آپ بھی حاضر خدمت ہوئے اور سرکارِ دو

عالم ﷺ کے سامنے بیٹھ گئے۔ سیدنا سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے بیئر اریس کی منڈیر پر نشست کے اس انداز سے میں نے تاویل کی کہ ان مقدس شخصیات کی قبور بھی یونہی ہوں گی (یعنی شیخین کریمین رضی اللہ عنہما روضۂ اطہر میں ساتھ ہی مدفون ہیں جبکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک کچھ دور جنت البقیع میں ہے)

بیئر اریس اور مبارک انگوٹھی: حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی بیئر اریس میں ہی گری تھی۔ یہ انگوٹھی مبارک سرکارِ دو عالم ﷺ کی تھی پھر حضرت سیدنا صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے عہد خلافت میں ان کے پاس یکے بعد دیگرے رہی، پھر سیدنا عثمان غنی کے عہد خلافت میں ان کے پاس آ گئی۔ ایک روز بیئر اریس کی منڈیر پر بیٹھے ہوئے تھے کہ انگوٹھی کنویں میں گر گئی۔ کنویں کا سارا پانی نکال کر تین روز تک مسلسل تلاش کی جاتی رہی لیکن انگوٹھی نہ مل سکی۔ انگوٹھی کے گم ہونے کے ساتھ ہی فتنہ و فسادات کا آغاز ہو گیا جو شہادت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر منتج ہوا۔ اس واقعہ سے تبرکاتِ نبوی کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے۔ انگوٹھی والے واقعے کی مناسبت سے بیئر اریس کو بیئر خاتم بھی کہا جاتا ہے۔

بیئر اریس کی موجودہ کیفیت: بیئر اریس پر ماضی قریب تک ایک گنبد والی عمارت موجود تھی جو مسجد قباء کے پرانے نقشہ جات میں بخوبی دیکھی جا سکتی ہے۔ اب یہ مبارک کنواں سڑک کی توسیع میں دفن ہو چکا ہے۔ افسوس ایسے تاریخی مقام کی نشاندہی کیلئے ایک بورڈ تک لگانے کا بھی تکلف نہیں کیا گیا۔

غلط فہمی کی اصلاح: زیارت کرانے والے حضرات مسجد قبا کے نزدیک گرین بیلٹ پر رکھے ہوئے بڑے بڑے چند پتھروں کو بیئر اریس کہتے ہیں جو کہ درست نہیں۔ جستجوئے مدینہ کے مؤلف کی تحقیق کے مطابق یہ کنواں سڑک میں دفن ہو چکا ہے اور مذکورہ کتاب

میں ایک نقشے کی مدد سے اس مقام کی نشاندہی کی گئی ہے۔

بیرِ غرس: بیرِ غرس وہ مبارک کنواں جسے حدیث پاک میں جنت کے چشموں میں سے ایک چشمہ قرار دیا گیا ہے۔ اس کنویں کے پانی سے بھی سرکارِ دو عالم ﷺ نے وضو فرما کر ڈول میں بچے ہوئے پانی کو دوبارہ کنویں میں انڈیل دیا تھا۔ یہی وہ بابرکت کنواں ہے جس کے بارے میں آقا ﷺ نے وصیت فرمائی تھی کہ بعد وصال بیرِ غرس سے سات مشکیزے پانی لا کر مجھے غسل دیا جائے"۔ اسی نسبت کی وجہ سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اپنے پینے کیلئے پانی اس کنویں سے منگوایا کرتے تھے اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس کنویں سے پانی پیتے اور وضو بناتے دیکھا ہے' یہ کنواں مسجد قبا شریف سے تقریباً ایک کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔

بیرِ غرس کی موجودہ کیفیت: یہ مبارک کنواں "مدارس شادی" کے نام سے ایک اسکول کے احاطے میں واقع ہے۔ اسی لئے زائرین کو جانے نہیں دیا جاتا۔ ۱۴۲۵ھ کی حاضری میں زیارت کرانے والے صاحب نے فجر کی نماز کے فوراً بعد لے جا کر زیارت کرائی تاکہ پولیس کے ڈیوٹی پر آنے سے پہلے پہلے زیارت ہو جائے اور زیارت بھی اتنی ہو سکی کہ منڈیر جو قد آدم سے بھی اونچی ہے اور پر لکڑی کے تختوں کے ذریعے سے کنویں کو ڈھانپ دیا گیا ہے۔ اس منڈیر کو بوسہ دینے کا شرف راقم الحروف کو حاصل ہو گیا تھا۔ کاش اس کے اندر جھانکنے کا موقع مل جاتا یا اس کے مقدس پانی کا ایک گھونٹ ہی نصیب ہو جاتا۔

؎ مجھے بیرِ غرس کی چاہ ہے...... میری تشنگی ہی گواہ ہے

بیرِ عثمان کی بھی اسی لئے زیارت نہ ہو سکی کہ زیارت کروانے والے وہاں جانے کیلئے تیار

نہیں ہوتے تھے۔ خیر مدینہ منورہ کی جستجو کا سفر جاری ہے۔ آج نہیں تو کل بیرِ عثمان رضی اللہ عنہ کی زیارت کا شرف بھی حاصل ہو ہی جائے گا ان شاء اللہ۔ قارئین کرام دعا فرمائیں۔

....

برکاتِ خاکِ مدینہ

سرکارِ دو عالم، نورِ مجسم، شفیعِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدم چوم کر مدینہ منورہ کی مقدس خاک کا رتبہ بھی بہت بلند ہو گیا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اللہ اکبر اپنے قدم اور یہ خاکِ پاک
حسرت ملائکہ کو جہاں وضعِ سر کی ہے

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدموں سے چھو جانے کی بدولت یہ مقدس مٹی شفا بخش تاثیر کی حامل ہو گئی ہے۔ جیسا کہ حدیث پاک میں ہے: غبارُ المدینہ شفاء من الجذام "مدینہ منورہ کے غبار میں کوڑھ کے مرض سے شفاء ہے"۔

اے خاکِ مدینہ تیرا کہنا کیا ہے
تجھے قربِ شاہِ مدینہ ملا ہے

صرف یہی ایک مرض نہیں بلکہ ابن اثیر کی بیان کردہ ایک حدیث کے مطابق مدینہ منورہ کی خاکِ اقدس میں ہر بیماری سے شفاء ہے۔ جیسا کہ خلاصۃ الوفا میں ہے: سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے واپس تشریف لائے تو حاضرین میں سے کسی نے مدینہ منورہ کے غبار سے منہ ڈھانپا۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

والذی نفسی بیدہٖ ان فی غبارھا شفاء من کل داءٍ

"مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، بے شک مدینہ منورہ

کے غبار میں ہر بیماری سے شفاء ہے"

خاکِ مدینہ سے شفایابی مجرب ہے۔ علمائے کرام ومحدثین عظام نے اس کا تجربہ کیا ہے جیسا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب "جذب القلوب الی دیارِ المحبوب" میں لکھا ہے "شیخ مجدالدین فیروز آبادی کا ایک غلام مسلسل ایک سال بخار میں مبتلا رہا تو انہوں نے ایک دن خاکِ شفائی اور پانی میں حل کر کے پلا دی۔ اُسی دن صحت یاب ہو گیا۔ خود شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ ان کے پاؤں میں ورم آ گیا۔ اطباء نے لاعلاج قرار دے دیا۔ آپ نے خاکِ شفاء استعمال کی تو صحت یاب ہو گئے"۔

خاکِ طیبہ از دو عالم خوشتر است
اے خوشا شہرے کہ آنجا دلبر است

طریقۂ استعمال: جیسا کہ اوپر مذکور ہے خاک مدینہ پانی میں گھول کر پی جائے۔ دوسرا طریقۂ استعمال یہ ہے جو حدیث پاک میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک صحابی لنگڑاتے ہوئے آئے۔ ان کی ٹانگ مجروح ہو چکی تھی۔ حضور ﷺ نے اپنی انگلی مبارک کو لعاب دہن اقدس سے گیلا کر کے زمین پر رگڑا یوں اس پر خاکِ مدینہ لگ گئی۔ پھر انگشت مبارک صحابی کی مجروح ٹانگ پر مل دی اور یہ فرمایا: بسم اللّٰہ تربة ارضنا بریقة بعضنا یشفی سقیمنا (معالم دار الھجرة)

(ترجمہ) "اللہ کے نام سے ہماری زمین کی مٹی ہمارے بعض کے تھوک کے ساتھ ہمارے مریض کو شفا دیتی ہے"۔

دونوں طریقۂ استعمال کی مزید حکمت یہ سمجھ میں آتی ہے کہ زخموں اور جلدی امراض جیسے خارش وغیرہ میں خاکِ مدینہ کا لیپ کیا جائے جبکہ دیگر امراض کی صورت میں

پانی میں گھول کر پی لی جائے۔ پانی میں ایک چٹکی یا اتنی مقدار ڈالی جائے جو آسانی سے حل ہو جائے۔

؎ نہ ہو آرام جس بیمار کو سارے زمانے سے
اُٹھا لے جائے تھوڑی خاک اُن کے آستانے سے

مولانا ابوالنصر منظور احمد شاہ صاحب نے اپنی کتاب "مدینۃ الرسول" میں اپنا ایک ذاتی تجربہ تحریر کیا ہے جو اختصار کے ساتھ یہاں تحریر کر رہا ہوں۔ غالباً ۱۹۶۵ء کی بات ہے ان دنوں مَیں شدید بیمار تھا' داڑھی کے بال گر رہے تھے' سر کے بال اکھڑ چکے تھے' تمام رات درد' کھجلی میں گزر جاتی' خارش کی شدت سے نڈھال رہتا۔ علاج پر بساط سے زیادہ رقم خرچ ہو گئی۔ قدرت کا کرم ہوا اُسی سال اِسی حال میں سرزمین طیبہ پاک کی حاضری ہو گئی۔ یوں تو مدینہ منورہ کی خاکِ پاک جہاں سے لی جائے خاکِ شفا ہی ہے۔ تاہم ایک خاص میدان ہے جو سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے باغ کے قریب ہے۔ میں اس مقدس میدان میں حاضر ہوا۔ مٹی پاک اُٹھائی' پانی میں بھگو کر تمام جسم پر مَل لی۔ اس مقدس مٹی کا لگنا تھا کہ مجھے اپنے زخموں پر ٹھنڈک محسوس ہوئی۔ چند لمحات بعد میں نے غسل کر لیا۔ آج بیس سال گزر جانے کے بعد بھی یہ واقعہ لکھتے ہوئے میں وہی ٹھنڈک محسوس کر رہا ہوں۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ پھر کبھی یہ دُکھ محسوس نہیں ہوا" (ملخصاً)

؎ ہم خاک اُڑائیں گے جو وہ خاک نہ پائی
آباد رضا جس پہ مدینہ ہے ہمارا

مقامِ خاکِ شفا: یوں تو ساری خاکِ مدینہ ہی شفا بخش تاثیر رکھتی ہے لیکن بستانِ سلمانِ فارسی رضی اللہ عنہ کے قریب واقع میدان کو مقامِ خاکِ شفا قرار دیا گیا ہے۔ اہلِ محبت

بالخصوص اس میدان سے بطور تبرک خاکِ شفا حاصل کرتے ہیں۔ ۱۴۲۵ھ میں راقم الحروف کو اس میدان کی زیارت نصیب ہوئی تھی۔ تقریباً ایک پاؤ بھر مٹی مبارک بھی سمیٹ کر لانے کی سعادت مل گئی تھی۔ سبحان اللہ! یہ مبارک خاک شریف خاکستری رنگ کے بجائے سفیدی مائل رنگ کی ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے اس میں سے نور پھوٹ رہا ہو۔ افسوس نجدی سپاہی یہاں حاضری سے روکتے ہیں۔ اسی لئے راقم الحروف نے احباب کے ہمراہ فجر کی نماز کے فوراً بعد یہاں باطمینان حاضری کی سعادت پالی تھی تاکہ نجدی سپاہیوں کے ڈیوٹی پر آنے سے پہلے پہلے سکون کے ساتھ زیارت ممکن ہو۔ اللہ اکبر! صبحِ مدینہ کا سہانا وقت، کھجور کے جھومتے ہوئے درخت! جب بھی وہ منظر یاد آتا ہے، ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔ ❁ یہ مضمون تحریر کرتے ہوئے راقم الحروف کو تلاش تھی کہ یوں تو خاکِ مدینہ کے مطلقاً فضائل احادیث پاک میں بکثرت ہیں لیکن خصوصیت کے ساتھ "مقام خاکِ شفا" کا تذکرہ کسی حدیث پاک میں مل جائے۔ الحمد للہ بسیار تلاش کے بعد خاتم المحدثین، شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم الشان کتاب جس کا مکمل نام لینے سے ہی جذب وشوق کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے یعنی "جذب القلوب الیٰ دیارِ المحبوب" میں بطورِ خاص مقامِ خاکِ شفا کا تعین مل گیا۔

شیخ محقق علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے "بعض احادیث میں صعیب اور وادیٔ بطحان کی تخصیص کی گئی ہے"۔ یونہی "جستجوئے مدینہ" میں "معالم دار الھجرۃ" کے حوالے سے لکھا ہے "ایک مرتبہ بنی حارث کے کچھ لوگ ایک متعدی مرض میں مبتلا ہو گئے۔ اس پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ارشاد فرمایا کہ وہ وادیٔ صعیب (جو کہ وادیٔ بطحان کا ایک حصہ ہے اور العوالی میں ماجشونیہ کی شمال مشرقی جانب واقع ہے) کی مٹی کو پانی میں گھول کر اپنے جسموں پر لگائیں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا اور وہ شفایاب ہو گئے"۔ یاد رہے

وادیٔ صعیب کوئی اور جگہ نہیں بلکہ مقامِ خاک شفا والے علاقے کا ہی نام ہے۔ حافظ ابن نجار نے اپنی کتاب "الدرۃ الثمینہ فی تاریخ المدینہ" میں بیان کیا ہے کہ "ان کے دور میں (یعنی چھٹی صدی ہجری) میں لوگ اس مقام سے مٹی لے جایا کرتے تھے اور شفایاب ہوتے تھے۔ انہوں نے خود اس بات کی تصدیق کی ہے کہ انہوں نے بھی اس مبارک خاکِ شفا کو استعمال کر کے شفا پائی تھی"۔

دُعا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ اس مقدس' بابرکت خاکِ پاک سے بار بار ہمیں فیضیاب ہونا نصیب فرمائے بلکہ تمنا تو یہ ہے:

؎ روضے پاک کو تکتے تکتے ہو جاؤں ہلاک
واں کی خاکِ پاک سے مل جائے اپنی خاک

اسی مقدس جذبے کو دُعا کی صورت دیتے ہوئے مولانا حسن رضا بریلوی علیہ الرحمۃ نے بھی بارگاہِ رب العزت میں عرض کیا تھا:

مری خاک یا رب نہ برباد جائے
پسِ مرگ کر دے غبارِ مدینہ

(آمین بجاہ سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم)

....

مسجد قبا شریف کی زیارت

مسجد قبا' وادیٔ قبا میں واقع ہے جو مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلے پر ہے جبکہ شہر کریم کی وسعت کے بعد تقریباً مدینہ منورہ میں ہی داخل ہے۔ اعلانِ نبوت کا تیرھواں سال اور ربیع الاوّل شریف کی آٹھ تاریخ تھی جب وادیٔ قبا کو سرکارِ دو عالم ﷺ کے قدوم میمنت لزوم

چومنے کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ کے مکان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کا شرف ملا۔ بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ کے گھر قیام فرمایا تھا۔ ان دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ قیام تو اول الذکر کے ہاں ہی تھا لیکن حضرت سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ کے مکان کی وسعت اور زائرین کی کثرت کی وجہ سے دن میں ان کے گھر تشریف رکھتے تھے۔

وادیٔ قبا میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام چار روز پر مشتمل تھا۔ اسی چار روزہ قیام کے دوران اسلام کی پہلی مسجد، مسجد قبا کی تعمیر کا آغاز ہوا۔ زمین حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ سے لی گئی تھی۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف سنگ بنیاد رکھا بلکہ تعمیر میں بھی حصہ لیا۔ تعمیر یوں ہوئی کہ اہل قبا نے پتھر اکٹھے کئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست اقدس سے سنگ بنیاد رکھنے کے بعد حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''میرے پتھر کے ساتھ پتھر رکھو'' پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''ابوبکر کے پتھر کے ساتھ پتھر رکھو'' پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا ''عمر کے پتھر کے ساتھ پتھر رکھو'' پھر اہل قبا سے فرمایا ''اس طرح ساتھ ساتھ پتھر جوڑتے چلو''۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عصا مبارک سے قبلہ کی سمت کا تعین کیا۔ شموس بنت نعمان فرماتی ہیں کہ انہوں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد قبا کی تعمیر کے دوران پتھر اُٹھاتے دیکھا اور مٹی کے اثرات جسم اقدس پر نمایاں تھے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھاری پتھر اُٹھا کر لاتے تو صحابۂ کرام علیہم الرضوان عرض کرتے: یارسول اللہ! ہمارے ماں باپ آپ پر قربان! آپ چھوڑ دیں ہم اُٹھا لیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی درخواست منظور فرمالیتے لیکن دوبارہ اسی وزن کا دوسرا پتھر اُٹھا لیتے۔

فضائل مسجد قبا: یہی وہ مسجد ہے جس کی بنیاد قرآنِ کریم کے مطابق تقویٰ پر رکھی گئی

ہے۔ ارشادِ ربانی ہے: لمسجد اسس علی التقویٰ من اول یوم احق ان تقوم فیہ ط فیہ رجال یحبون ان یتطھروا ط واللہ یحب المطھرین ۔ ترجمہ: ”بے شک وہ مسجد کہ پہلے ہی دن سے جس کی بنیاد پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے۔ وہ اس قابل ہے کہ تم اس میں کھڑے ہو، اس میں وہ لوگ ہیں کہ خوب ستھرا ہونا چاہتے ہیں اور ستھرے اللہ کو پیارے ہیں“۔ (پارہ ۱۱، سورہ توبہ، آیت ۱۰۸)

ترمذی شریف میں ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ نے فرمایا: مسجد قبا میں نماز کا ثواب عمرہ کے برابر ہے۔ اخبارِ مدینۃ الرسول میں ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے اچھی طرح وضو کیا پھر مسجد قبا آ کر دو رکعت نماز ادا کی۔ اسے عمرہ کے برابر ثواب ملے گا۔ بخاری شریف میں ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ارشاد ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ ہر ہفتہ کو قبا تشریف لے جاتے تھے۔ بخاری میں ہی ہے کہ آپ ﷺ مسجد قبا کی طرف سواری پر بھی آتے تھے اور پیدل بھی۔

طاقِ کشف: مسجد قبا شریف کی پرانی تعمیر میں محراب کی جانب دیوار میں ایک طاق تھا جسے طاقِ کشف کہا جاتا تھا۔ اس طاقِ کشف کے بارے میں روایت ہے کہ ہجرت کے بعد صحابۂ کرام علیہم الرضوان کے مقدس چہروں پر جب سرکارِ دو عالم ﷺ نے بیت اللہ شریف کی جدائی کے آثار ملاحظہ فرمائے تو اس طاق (سوراخ) سے صحابۂ کرام کو بیت اللہ شریف کی زیارت کروائی تھی۔ (مدینۃ الرسول ص ۹۳، ملخصاً)

جستجوئے مدینہ میں وادی قبا میں العرفات نامی مقام کا ذکر کیا گیا ہے جہاں سے سرکارِ دو عالم ﷺ نے نو ذی الحج کو صحابہ کرام کو حج کے مناظر دکھادیئے تھے جبکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ امیر حج بنا کر مکہ شریف بھیجے گئے تھے۔

موجودہ کیفیت: جدید تعمیر سے مسجد قبا شریف بہت وسیع و عریض ہوگئی ہے۔ اس میں حضرت کلثوم بن ہدم رضی اللہ عنہ کا مکان جسے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیام گاہ ہونے کا شرف حاصل ہے، شامل کرلیا گیا۔ لہٰذا اگر کوئی اس مقام کے فیوض و برکات حاصل کرنا چاہے تو دیوار قبلہ کی جانب انتہائی دائیں طرف اس مقام کی زیارت کرسکتا ہے۔ راقم الحروف نے اس مقام پر نوافل پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔ پھر مسجد کے مرکزی ہال کے درمیانی حصے جو قدیم مسجد قبا پر مشتمل ہے میں بھی اشراق و چاشت کے نوافل کی سعادت حاصل کی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور بار بار نصیب کرے۔ مسجد میں وال ٹو وال قالین بچھائے گئے ہیں، نہایت خوبصورت فانوس چھت سے معلق ہیں۔ درمیان میں بڑے فانوس کی خوبصورتی تو بیان سے باہر ہے۔ مسجد سے ملحق وضو کا انتظام ہے جبکہ ساتھ ہی شاپنگ سنٹر بھی ہے۔ مسجد میں ہمہ وقت زائرین کا ہجوم رہتا ہے۔ مسجد سے باہر کھجور کے درخت نہایت خوبصورت منظر پیش کرتے ہیں۔ مدنی ہوائیں جب انہیں جھماتی ہیں تو جی چاہتا ہے کہ بس دیکھتے ہی رہیں۔ مسجد کے محراب کی جانب قبرستان ہے جس میں صحابۂ کرام علیہم الرضوان کی قبور ہیں۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبالی جلوس: مناسب ہے کہ یہاں پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ میں والہانہ استقبال کا منظر بھی حصول برکت کیلئے تحریر کردیا جائے۔ قبا کے چار روزہ قیام کے بعد بارہ ربیع الاوّل شریف کو جلوس کی صورت میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہوئے۔ جب وادیٔ بنی سالم پہنچے تو نمازِ جمعہ کا وقت ہوگیا۔ یہاں ایک فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا اور نمازِ جمعہ ادا فرمائی۔ آج یہاں مسجد جمعہ اسی کی یادگار کے طور پر موجود ہے۔ محلہ بنی سالم سے سرکار اس شان کے ساتھ جانب مدینہ چلے

کہ انصار کے ہتھیار بند نوجوان آگے پیچھے دائیں بائیں چل رہے تھے۔ سیدنا بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ جھنڈا اُٹھائے آگے آگے چل رہے تھے جب یہ قافلہ محلہ بنونجار کی طرف سے گزرا تو ان کی چھوٹی چھوٹی بچیوں نے خیر مقدمی کلام طلع البدر علینا پیش کیا۔ ان کا کہنا تھا:

ہم ہیں بچیاں نجار کے عالی گھرانے کی
خوشی ہے آمنہ کے لعل کے تشریف لانے کی

اللہ اللہ! کیسا منظر ہوگا جب حبیب خدا کی سواری مدینہ منورہ کو منور کرنے کیلئے داخل ہو رہی ہوگی۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے ''جس دن حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں جلوہ گر ہوئے ہر شئے جگمگا اُٹھی''

مسلمانوں کے بچے بچیاں مسرور تھے سارے
گلی کوچے خدا کی حمد سے معمور تھے سارے
نبوت کی سواری جس طرف سے ہو کے جاتی تھی
درود و نعت کے نغمات کی آواز آتی تھی

مسلم شریف میں ہے کہ '' بچے گلیوں میں پھیل کر یا محمد' یا رسول اللہ کے نعرے لگا رہے تھے'' یہ سہانا منظر چشم تصور سے دیکھنے کی کوشش کیجئے اور یہ مراقبہ اس خوش نصیب کیلئے آسان ہوگا جس نے جلوس میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور شرکت کی سعادت حاصل کر رکھی ہے۔

در و دیوار ایستادہ ہوئے تعظیم کی خاطر
زمیں کیا آسمان بھی جھک گئے تسلیم کی خاطر

صحابۂ کرام علیہم الرضوان بارگاہِ رسالت میں سلام پیش کر کے اپنے گھر تشریف لانے کی دعوت پیش کرتے تھے۔ جواباً سرکار فرماتے ''میری اونٹنی اللہ کے حکم پر مامور ہے''۔

رکی یکبارگی ناقہ بحکم حضرت باری
جہاں اک سمت بستے تھے ابوایوب انصاری

حضرت ابوایوب انصاری کا گھر رشک آسماں بن گیا۔ سرکار ﷺ نے وہاں تقریباً چار ماہ قیام فرمایا۔ اب قیامت تک عاشقانِ رسول بارگاہِ رسالت میں عرض کرتے رہیں گے۔

چنگاؤ بھاگ میرے وی ابوایوب دے وانگوں
مقدر اوس دا کتھوں لیانواں یا رسول اللہ

مسجد الغمامہ شریف کی زیارت

مسجد نبوی شریف کے باب السلام سے ہزار گز (۵۰۰ میٹر) کے فاصلے پر واقع یہ مسجد سرکارِ دو عالم ﷺ کے ایک معجزہ کی یادگار ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہاں نمازِ استسقاء ادا فرمائی تھی۔ دورانِ نماز و دعا آپ پر بادل کا ایک ٹکڑا سایہ کئے رہا۔ جونہی دعا ختم ہوئی تو بارش شروع ہو گئی۔ دعائے مصطفیٰ کی قبولیت کے حوالے سے امام اہلسنت اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خاں محدث بریلوی علیہ الرحمہ نے کیا خوب فرمایا ہے:

اجابت کا جوڑا عنایت کا سہرا
دلہن بن کے نکلی دعائے محمد (ﷺ)
اجابت نے جھک کر گلے سے لگایا
بڑھی ناز سے جب دعائے محمد (ﷺ)

اس عظیم الشان واقعہ کی یادگار کے طور پر صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اسے مسجد الغمامہ (بادل والی مسجد) کہنا شروع کر دیا۔ علاوہ ازیں نبی اکرم نور مجسم ﷺ عیدین کی نماز

یہاں ادا فرماتے تھے۔ حضرت نجاشی کی نماز جنازہ بھی یہاں ادا کی گئی تھی جو کہ غائبانہ نہ تھی بلکہ معجزاتی طور پر نبی غیب دان ﷺ کی نگاہِ پاک کے سامنے حضرت نجاشی کی میت تھی۔ رسول اکرم ﷺ کی سنت پاک پر عمل کرتے ہوئے خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی یہیں عیدین کی نماز ادا فرماتے رہے۔ ابتدائی ایام میں اسے مسجد المصلی کے نام سے بھی پکارا گیا۔ اس دور میں یہ جگہ ایک کھلے میدان کی صورت میں تھی۔ دوسری صدی ہجری میں یہاں باقاعدہ مسجد تعمیر کردی گئی۔ (مدینۃ الرسول ص ۲۵۳)

موجودہ کیفیت: اس مسجد کی موجودہ تعمیر ترکی کے عثمانی سلطان عبدالمجید خان کی تیار کردہ ہے۔ حرہ کی سیاہ چٹانوں سے تراشے ہوئے پتھروں سے یہ تعمیر کی گئی ہے۔ چھت پر خوبصورت گنبد سجے ہوئے ہیں جو ترکی طرزِ تعمیر کا طرۂ امتیاز ہے۔ جب تک مسجد نبوی شریف کی توسیع نہ ہوئی تھی اس وقت تک یہ بہت گنجان آباد علاقے میں تھی مگر جب سے توسیعی منصوبے پر عمل ہوا ہے اِردگرد کا تمام علاقہ صاف کر دیا گیا ہے اور یہ تاریخی مسجد دور سے ہی زائرین کی نگاہوں کے سامنے آجاتی ہے۔ گو کہ بہت کم خوش قسمت زائر ایسے ہوں گے جنہیں اس میں دو رکعت نماز ادا کرنا نصیب ہوتا ہے کیونکہ عموماً یہ مسجد مقفل ہی رہتی ہے۔ (جستجوئے مدینہ ص ۶۹۷)

مسجد شریف بند ہونے کے باوجود سامنے کھلی جگہ ہونے کی وجہ سے زائرین نوافل ادا کر لیتے ہیں بلکہ بعض اہل مدینہ نے بتایا کہ پاکستان کے نامور عالم دین، معروف محقق و مصنف حضرت مولانا محمد فیض احمد اویسی رضوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی حاضریٔ مدینہ کے دوران یہاں پر نماز عید کی امامت فرمایا کرتے تھے۔ ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۵ء میں ایک صبح اس کی زیارت کا شرف ملا۔ الحاج امان اللہ بٹ صاحب ہمراہ تھے۔ حسب دستور مسجد کو بند پایا۔ باہر سے ہی جی بھر کر

دیدار کیا پھر مسجد کے محراب کی جانب باغیچے میں بیٹھ گئے۔ یہاں سے گنبد خضرا شریف نور برساتا ہوا بڑا واضح نظر آ رہا تھا۔ ابھی ہم سبز سبز گنبد شریف کی زیارت میں محو تھے کہ ایک اور ایمان افروز منظر دیکھنے کو ملا کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کے قدمین شریفین کی جانب، جنت البقیع کی طرف سے سورج طلوع ہونا شروع ہوا۔ سبحان اللہ کتنا دلکش نظارہ تھا، بالکل یوں محسوس ہو رہا تھا کہ آفتاب سرکارِ دو عالم ﷺ کے قدموں میں حاضری دے کر نور کی خیرات مانگ رہا ہے۔ شاید ایسا ہی کوئی منظر دیکھ کر امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا:

؎ صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا
یہ جو مہر و ماہ پہ ہے اطلاق آتا نور کا
بھیک تیرے نام کی ہے استعارہ نور کا

راقم الحروف نے حاجی امان اللہ بٹ صاحب سے کہا کہ قصیدۂ نور کے یہ اشعار مل کر پڑھیں۔ سبحان اللہ صبح کا سہانا وقت، امام احمد رضا کے نورانی نعتیہ اشعار اور گنبد خضرا شریف نگاہوں کے سامنے، مسجد الغمامہ پہلو میں، ان سب برکتوں کے یکجا ہونے کی وجہ سے بہت سرور آیا۔ 46 حسنِ مطلع پر مشتمل امام احمد رضا کا ارشاد فرمودہ قصیدۂ نور ہر جگہ ہی پڑھنے کا لطف آتا ہے لیکن جو سُرور مدینہ منورہ میں آیا وہ کہیں اور حاصل نہ ہوا۔ قصیدۂ نور میں سرکارِ دو عالم، نورِ مجسم ﷺ کی بے مثال نورانیت کا بیان کیا گیا ہے۔ اس کی اہمیت کے پیش نظر رئیس التحریر مولانا محمد حسن علی رضوی مدظلہ کا بیان ہے کہ محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد قادری چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر روزانہ صبح جامعہ رضویہ میں طلبہ قصیدۂ نور کو "صبوحی ترانہ" کے طور پر پڑھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اس قصیدۂ نور کی برکت سے ہمارے سینے منور کردے۔

آمین بجاہ سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم

مسجد قبلتین کی زیارت

مسجد قبلتین حارہ غربیہ وادیٔ عقیق میں واقع ہے۔ یہ وادیٔ عقیق وہی ہے جسے حدیث پاک میں برکت والی وادی قرار دیا گیا ہے۔ مسجد قبلتین سے مراد دو قبلوں والی مسجد ہے۔ یہ مسجد نبوی شریف سے تقریباً ساڑھے تین کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس مسجد کے قرب و جوار میں بنوخزرج کے مشہور قبیلہ بنوسالم کی آبادی تھی۔ مسجد شریف سے متصل ہی اس قبیلہ کا قبرستان ہے۔ ❖ اس مسجد کو دو قبلوں والی کیوں کہا جاتا ہے؟ اس کا سبب یہ ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ ہجرت کے دوسرے سال حضرت سیدہ اُم بشر بن البراء رضی اللہ عنہما کے گھر ان کے بیٹے کی تعزیت کیلئے تشریف لے گئے۔ صحابۂ کرام علیہم الرضوان بڑی تعداد میں ہمراہ تھے۔ یہیں پر نمازِ ظہر کا وقت ہو گیا۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے حسب دستور بیت المقدس کی جانب رُخ انور کر کے نماز کی امامت فرمائی۔ جونہی سرکارِ دو عالم ﷺ نے تیسری رکعت شروع فرمائی تو قرآن مجید کی درج ذیل آیت دورانِ نماز ہی نازل ہوئی:

قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّیَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا

"ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمہارا آسمان کی طرف منہ کرنا تو ضرور ہم تمہیں پھیر دیں گے۔ اس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے"۔ (البقرہ: ۱۴۴)

قابل غور بات یہ ہے کہ ابھی حضور اکرم ﷺ نے دعا نہیں فرمائی، فقط دل میں تمنا تھی اور اس تمنا کے ساتھ بار بار آسمان کی جانب چہرۂ مبارک اُٹھا کر دیکھ رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فوراً آپ کی تمنا پوری فرما دی۔ پنجابی زبان کے درج ذیل اشعار میں اس کیفیت کو بڑے خوبصورت انداز میں بیان کیا گیا ہے:

؎ ویکھو محبوباں دی مرضی تے قبلے بدلائے جاندے نیں
محبوب دے پاک اشارے تے سجدے کروائے جاندے نیں
لب ہلے نئیں ہتھ چائے نئیں اینویں رُخ دا رُخ بدلایا سی
ایتھے وی فترضیٰ دے وعدے پے توڑ چڑھائے جاندے نے

آیت مبارکہ میں فترضیٰ کا لفظ غور طلب ہے۔ محبوب پاک کو راضی کرنے کیلئے اللہ پاک نے قبلہ بدل دیا اور خانہ کعبہ کو قبلہ بنا دیا۔ اسی شان کے جانب توجہ دلاتے ہوئے امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے:

؎ خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم...... خدا چاہتا ہے رضائے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کی اسی اہمیت کے پیش نظر ہمارے شیخِ طریقت حضرت علامہ الحاج مفتی ابوداؤد محمد صادق قادری رضوی زید مجدہٗ نے اہلسنت کے بین الاقوامی محبوب و مقبول ترجمان کا نام ''رضائے مصطفٰے'' رکھا تاکہ یہ خوبصورت نام اسم بامسمّٰی ثابت ہو۔ کام کے ساتھ ساتھ اس کا نام بھی عظمت و شانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فروغ کا باعث ہو۔

❖ نمازِ ظہر کی تیسری رکعت میں حکم الٰہی کے مطابق جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے رُخِ انور کعبہ کی جانب پھیر لیا۔ یہ ۱۸۰ ڈگری کی تبدیلی شمال سے جنوب کی جانب تھی۔ صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے صف بندی کر لی' چونکہ اس مسجد میں ایک ہی نماز دو قبلوں کی جانب رُخ کر کے پڑھی گئی اور تحویل قبلہ کا حکم یہیں نازل ہوا تھا' اس لئے اسے مسجد قبلتین کہا جاتا ہے۔

۱۴۲۵ھ میں راقم الحروف نے اس مسجد شریف کی زیارت کی تو مزید تزئین کا کام جاری تھا۔ اب شیخ محمد اعظم صاحب کے ہمراہ حاضری ہوئی تو یہ حسین و جمیل مسجد پوری آب و تاب کے ساتھ زائرین کیلئے اپنے در وا کیے ہوئے تھی۔ یہ ان مساجد میں

شامل ہے جو اوقاتِ نماز کے علاوہ بھی زائرین کیلئے کھلی رہتی ہیں۔ پرانی سمت کی نشاندھی کیلئے شمال کی جانب صدر دروازے کی اندرونی طرف ایک چھوٹا سا محرابی طاقچہ بنایا گیا ہے۔ پہلے اسی دیوار پر تحویل قبلہ کی آیات لکھی گئی تھیں مگر اب ان کو مٹا کر دیوار کو صاف کر دیا گیا ہے۔ یہاں پر راقم الحروف نے وسیع و عریض وضو خانے سے پہلے تو وضو کیا پھر نوافل کی سعادت حاصل کی۔ پھر مسجد سے متصل بنو سلمہ کے قبرستان کی جانب رُخ کر کے فاتحہ خوانی کی۔

مسجد شریف کے قرب و جوار کا علاقہ بہت سرسبز و شاداب ہے۔ بئر عثمان رضی اللہ عنہ بھی قریب ہی ہے جس کی زیارت یوں نہ ہو پائی کے چار دیواری کے اندر ہے۔ مسجد قبلتین کے قریب ہی ایک پہاڑ سے آبشار جاری تھی۔ غالب گمان یہ ہے کہ یہ مصنوعی آبشار تھی جو موٹروں کے ذریعے سے پانی اوپر لے جا کر بنائی گئی ہے۔ گاڑی میں چلتے چلتے یہ مناظر دیکھے۔ راقم نے شیخ محمد اعظم صاحب سے گذارش کی کہ گاڑی کی رفتار ذرا آہستہ رکھیں تا کہ گلستانِ مدینہ کے یہ پیارے پیارے مناظر ذہن و دل میں بخوبی سموئے جاسکیں۔

خدا کرے یہ بہاریں ہمیشہ قائم رہیں اور ہم ان مناظر سے سدا شاد کام ہوتے رہیں۔ اور ان گل و گلزار مدینہ کی برکت سے وہ دعائے رضا ہمارے حق میں بھی پوری ہو جائے۔

یا رب ہرا بھرا رہے داغِ جگر کا باغ
ہر مہ مہِ بہار ہو ہر سال سالِ گل

....

ریاض الجنۃ (مسجد نبوی)　　　بیت اللہ اور باب کعبہ

باب السلام (مسجد نبوی)　　　چبوترا اصحاب صفہ (مسجد نبوی)

جبلِ اُحد

غارِ حرا

صفاومروہ

جنت المعلیٰ (مکہ مکرمہ)

جنت البقیع (مدینہ منورہ)
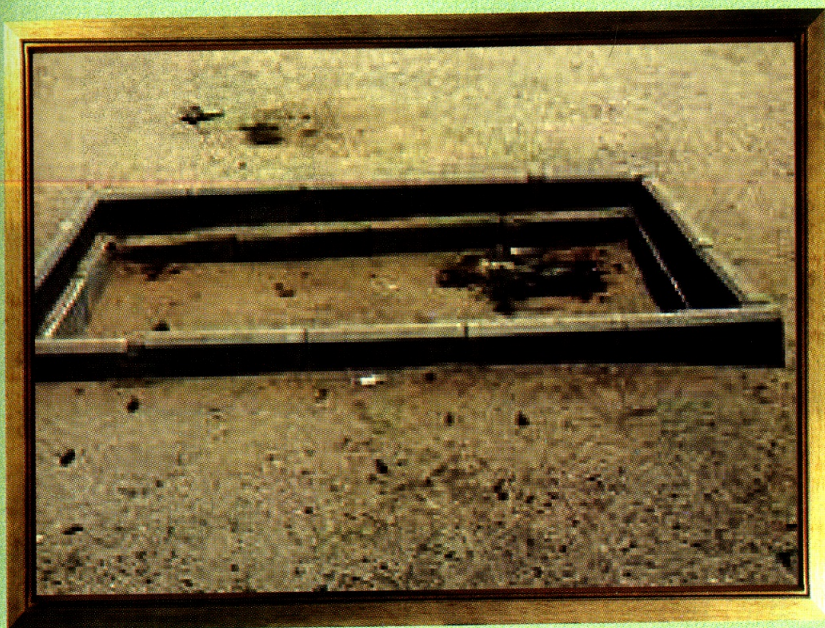
مزارِ پُرانوار اُم المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (مکہ مکرمہ)

مزارِ پُرانوار سید الشہداء امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (مدینہ منورہ)

کبوترانِ مدینہ

مدینہ منورہ کے کبوتروں کی قسمت پر رشک آتا ہے کہ کس قدر خوش قسمت ہیں کہ نہ صرف مدینہ منورہ کی سکونت کے شرف سے مشرف ہیں بلکہ سبز گنبد شریف کے گرد مستانہ وار گھومنے اور مسجد نبوی شریف کے مقدس درودیوار کو دیوانہ وار چومنے کا شرف انہیں شب وروز حاصل رہتا ہے۔ اس سعادت کی بدولت اور اس عظیم نسبت کی برکت سے یہ عاشقانِ رسول کی آنکھوں کا تارا بنے رہتے ہیں۔ ایک پنجابی شاعر نے انہی جذبات کو نظم کا جامہ پہناتے ہوئے کبوترانِ مدینہ سے محبت کا اظہار یوں کیا ہے۔

؎ روضے دے گرد گھمدیا سوہنے کبوترا
جی کردا اے تینوں میں بیلی بنالواں

علمائے کرام کی تحقیق کے مطابق یہ بابرکت کبوتر دراصل اس کبوتر کی نسل سے ہیں جسے حضرت نوح علیہ السلام نے طوفان کے بعد زمین کی خبر لانے اور پانی اُترنے کی اطلاع دینے پر مامور کیا تھا۔ حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمۃ نے غرائب القرآن میں لکھا ہے کہ یہ کبوتر حرم کعبہ کی زمین پر اتر پڑا اور دیکھ لیا کہ پانی زمین حرم سے ختم ہو چکا ہے اور سرخ رنگ کی مٹی ظاہر ہوگئی ہے۔ کبوتر کے دونوں پاؤں سرخ مٹی سے رنگین ہو گئے اور وہ اسی حالت میں حضرت نوح علیہ السلام کے پاس واپس آ گیا اور عرض کیا اے خدا کے پیغمبر! آپ میرے گلے میں ایک خوبصورت طوق عطا فرمائیے اور میرے پاؤں میں سرخ خضاب مرحمت فرمائیے اور مجھے زمین حرم میں سکونت کا شرف عطا فرمائیے۔ چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام نے کبوتر کے سر پر دست شفقت پھیرا اور اس کیلئے یہ دعا فرمادی کہ اس کے گلے میں دھاری کا ایک خوبصورت ہار پڑا رہے اور اس کے پاؤں

سرخ ہو جائیں اور اس کی نسل میں خیر و برکت رہے اور اس کو زمین حرم میں سکونت کا شرف ملے۔ (غرائب القرآن ص ۷۸)

ہجرت شریفہ کے موقع پر اس کبوتر کی نسل سے ایک کبوتری نے غار ثور کے دھانے پر انڈے دیئے۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے ان کے لئے خاص دعائے رحمت و برکت فرمائی۔ یہی کبوتر اس مقدس قافلے کے ہمراہ اُڑانیں بھرتے ہوئے مدینہ طیبہ آئے تھے۔ جستجوئے مدینہ ص ۷۸۸ پر لکھا ہے کہ "بزاز نے اپنی مسند میں اور الہیثمی نے مجمع الزوائد و منبع الفوائد میں حضرت زید بن ارقم، حضرت مغیرہ بن شعبہ اور حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہم) کی روایت درج کی ہے، جس میں تینوں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس بات کی توثیق کی تھی کہ حمامِ حرم انہی کبوتروں کی نسل سے ہیں، جنہوں نے غار ثور کے دھانے پر انڈے دیئے تھے۔

جستجوئے مدینہ میں ہی لکھا ہے کہ "اہل مدینہ ان کبوتروں کو بہت عزت اور پیار کی نظر سے دیکھتے ہیں اور کوئی مدنی ان کے شکار کا تصور نہیں کر سکتا۔ ایامِ حج میں پانچ ذوالحجہ کو حرم مدنی شریف کے تمام کبوتر گروہ در گروہ مکہ مکرمہ کیلئے روانہ ہو جاتے ہیں اور پھر جب حج اختتام پذیر ہوتا ہے تو پندرہ ذوالحجہ کو حماموں (کبوتروں) کے جھنڈ کے جھنڈ واپس آ کر روضۂ اقدس پر منڈلانے لگتے ہیں۔ اس سے اہل مدینہ طیبہ یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ یہ مبارک حمام الحرم (کبوترانِ مدینہ) ہر سال فریضہ حج ادا کرتے ہیں۔

(۳) مدینہ طیبہ کے بچے بھی اس حد تک محتاط ہیں کہ وہ کبھی ان سے کھلواڑ نہیں کرتے اور نہ ہی ان کے انڈوں یا بچوں کو پکڑتے ہیں۔ (۴) مسجد نبوی شریف کے گرد و نواح میں واقع مکانات کی چھتوں پر اکثر اس بات کا اہتمام کیا جاتا ہے کہ دانہ دنکا ڈال دیا جاتا ہے اور برتنوں میں پانی رکھا جاتا ہے تاکہ طائرانِ حرم جب چاہیں آ کر شکم سیر ہو جائیں۔ کسی

کی چھت پر حمامِ حرم کا آ کر بیٹھ جانا باعث رحمت تصور کیا جاتا ہے۔ موجودہ عمرانی ریلے (جدید آبادیوں) سے پہلے پرانے مدینہ طیبہ میں اونچے مکانات کی چھت پر ایک طرف کبوتروں کیلئے خاص جگہ تعمیر کر دی جاتی تھی' جہاں یہ حجازی کبوتر آزادی سے رہ سکتے تھے۔ ایسی جگہ کو "طیرمہ" کہا جاتا تھا اور اسی خصوصیت سے حارۃ الاغوات میں قدیم ترین عمارات میں سے چند ایسی بلند عمارات بھی تھیں جو کہ طیرمہ کے نام سے مشہور تھی۔

(۵) نسل در نسل تجربات کی بناء پر اہل مدینہ طیبہ میں اس بات کا خاص طور پر چرچا ہے کہ اگر کسی کا بچہ تین یا چار سال کا ہو کر بولنے کی قدرت سے محروم ہو یا اس کی زبان سے لکنت ظاہر ہو تو اہل خانہ ان کبوتروں کے انڈے لیتے ہیں اور ان کو اُبال کر اس بچے کو تین دن تک ایک انڈہ روزانہ کھلاتے ہیں۔ قدرت الٰہیہ سے وہ بچہ دیگر بچوں کی طرح بولنے لگ جاتا ہے۔ (۶) سلطنت عثمانیہ کے دنوں میں ان طائرانِ حرم کی نگہداشت کیلئے آستانہ عالیہ سے بعض لوگوں کو مشاہرہ ملتا ہے تاکہ وہ مسجد نبوی شریف کے ارد گرد دانے اور پانی کا وافر انتظام کر سکیں۔ (جستجوئے مدینہ ملخصاً ص ۸۸۸)

سلطنت عثمانیہ کے خدمت کے دنوں میں تو ان کبوتروں کے دانہ دنکا کا انتظام رہا لیکن سعودیوں نے حرم شریف کا انتظام سنبھالا تو شروع میں دانہ دنکا ڈالنا بند کرا دیا پھر کیا ہوا یہ حضرت قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین مدنی کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیے۔

اس واقعہ کو مولانا ابوالنصر منظور احمد شاہ صاحب نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب "مدینۃ الرسول" کے ص ۳۱۸ پر لکھا ہے جو کچھ یوں ہے "اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا الشاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ سیدی وسندی مولانا ضیاء الدین علیہ الرحمۃ نے مجھے ایک مرتبہ واقعہ سنایا جب سعودیوں نے حرم شریف کا انتظام سنبھالا تو حرم انور کو صاف ستھرا رکھنے کیلئے یہ فیصلہ کیا کہ حرم شریف میں کبوتروں کو دانہ دنکا نہ ڈالا جائے۔ اس

طرح کبوتر دانہ کی تلاش کیلئے دوسری جگہوں میں منتقل ہو جائیں گے اور حرم شریف صاف رہ سکے گا۔ اس حکم پر عمل کیا گیا' کئی دن گزر گئے دانہ تو نہیں ڈالا گیا مگر کبوتروں کی گنبد خضریٰ سے محبت کا یہ عالم ہے کہ بھوک سے مر تو رہے ہیں مگر آستانہ محبوب چھوڑنے کیلئے تیار نہیں۔ اہل مدینہ نے اس عشق و محبت بھرے منظر کو دیکھا۔ دنیا میں یہ بات شہرت پکڑ گئی۔ لوگوں نے حکومت کو تار دیئے اصرار کیا پھر وہ حسب سابق معاملہ شروع ہو گیا۔ بعض حضرات کا یہ خیال ہے کہ یہ کبوتر اس کبوتر کی نسل سے ہیں جو نوح علیہ السلام کی کشتی سے نیچے آیا تھا اور خشکی کی خبر دی تھی۔ علامہ علی بن برہان الدین حلبی فرماتے ہیں یہ کبوتر اس جوڑے کی نسل سے ہیں' جنہوں نے غارِ ثور پر جالا تنا تھا۔ محبوب کریم کو ان کی خدمت ایسی پسند آئی کہ ان کی نسل کو بھی اپنے پاس رہنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ حضرت مولانا منظور احمد صاحب مزید لکھتے ہیں: حضور علیہ السلام کے ان محبوب پرندوں سے زائرین کو بھی بے حد محبت ہے۔ کئی مرتبہ دیکھنے کا اتفاق ہوا' کسی پنکھے کی زد میں آکر کبوتر گرا تو جھٹ زائرین نے اُٹھایا' چوما' سینے سے لگایا' پانی پلایا۔ زائرین اپنے دھلے ہوئے صاف ستھرے کپڑوں سے خون صاف کرنے سے دریغ نہیں کرتے۔ محبت کے یہ سارے مناظر گنبد خضریٰ کے مکین ﷺ کی ذات والا صفات سے ہی وابستگی کا نتیجہ ہیں۔ گنبد خضریٰ کا قرب جس قدر انہیں نصیب ہے وہ انہیں کا حصہ ہے۔ مشہور ہے کبوتر گنبد پاک پر نہیں بیٹھتے مگر بارہا انہیں بیٹھے دیکھا گیا ہے۔ اس اشکال کے جواب میں علامہ صاوی علیہ الرحمۃ کی بات پسند آئی۔ وہ فرماتے ہیں سارے نہیں بیٹھتے بلکہ وہ کبوتر جو بیمار ہوتے ہیں اور گنبد شریف سے اپنا جسم لگا کر شفا پاتے ہیں۔

(مدینۃ الرسول ص ۴۱۹)

راقم الحروف نے اپنی بساط کے مطابق کبوترانِ مدینہ کی خدمت میں دانہ دنکا

پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ چند احباب نے لاہور سے ہی رقم سپرد کی تھی۔ اس رقم سے دانہ خرید کر نذر کیا گیا۔ اب تو بحمدہٖ تعالیٰ یہ دانہ اتنا وافر ڈالا جا رہا ہے اور لوگ خرید خرید کر کبوترانِ مدینہ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں کہ ضرورت سے بھی زائد ہو جاتا ہے۔ جسے اُٹھا کر دیگر جگہوں پر حکومت کے زیر اہتمام ڈالا جاتا ہے۔

کبوترانِ مدینہ کی تو کثرت سے زیارت کا موقع ملتا۔ لیکن بسیارِ تلاش کے باوجود سگانِ مدینہ کی زیارت نہ ہو سکی۔ وہ سگانِ مدینہ جن کی خدمت میں ایک ہزار سے زائد کتب کے مصنف، عظیم محقق و محدث اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے یوں خراجِ عقیدت پیش کیا تھا:

؎ رضا کسی سگِ طیبہ کے پاؤں بھی چومے
تم اور آہ کہ اتنا دماغ لے کے چلے

ایک اور مقام پر تو کمال ہی کر دیا فرمایا:

؎ پارۂ دل بھی نہ نکلا دل سے تحفے میں رضا
ان سگانِ کو سے اتنی جان پیاری واہ واہ

کبھی موقع ملا تو ان سگانِ مدینہ کا دیدار بھی ہو ہی جائے گا۔ البتہ مدینہ منورہ کی مبارک بلیاں کثرت سے نظر آئیں۔ حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے ان بلیوں سے اظہارِ محبت کی سعادت ملی اور خدمت کا موقع میسر آیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر انور کی بار بار حاضری نصیب کرے اور ہر بار مدینہ منورہ کے ان مقدس چرند و پرند کی خدمت کی سعادت عطا فرمائے جنہیں قربِ آقا کی بدولت بڑا درجہ ملا ہے۔ آمین

....

مشاهدات حج

حج بیت اللہ شریف اسلام کا رکن اور صاحب استطاعت مسلمان پر زندگی میں ایک مرتبہ فرض ہے۔ ہر مسلمان کی دلی تمنا ہوتی ہے کہ اسے کم از کم زندگی میں ایک مرتبہ حج کی سعادت نصیب ہو جائے۔ الحمد للہ ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۵ء میں راقم الحروف سعادت حج سے مشرف ہوا۔ اس موقع پر اللہ تبارک و تعالیٰ نے کیا کیا برکتیں عطا فرمائیں۔ ان کا لفظوں میں بیان تو ممکن نہیں البتہ چند جھلکیاں پیش خدمت ہیں۔

روانگی منیٰ شریف: سات ذوالحجہ ۱۴۲۵ھ بروز پیر معلم کے آدمیوں کی طرف سے ہدایت ملی کہ آج شب احرام باندھ کر منیٰ روانگی کیلئے تیار رہیں۔ حج کا احرام مکۃ المکرمہ میں کہیں سے بھی باندھا جا سکتا ہے لیکن اگر مسجد الحرام شریف سے باندھا جائے تو زیادہ ثواب ملتا ہے۔ چنانچہ راقم نے بھی غسل کر کے مسجد الحرام شریف میں احرام کی نیت کی اور نوافل ادا کئے۔ رات کے آخری حصے میں بذریعہ بس معلم کے آدمیوں کے ہمراہ منیٰ پہنچ گئے۔ اگرچہ منیٰ میں ۸ ذوالحجہ کو ظہر کی نماز پڑھنا ہوتی ہے لیکن معلم کی جانب سے حجاج کرام کو سہولت کیلئے رات سے ہی بھیجنا شروع کر دیا جاتا ہے۔ ہر جانب سے تلبیہ یعنی لبيك اللهم لبيك لا شريك لك لبيك ان الحمد والنعمة لك والملك لا شريك لك کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔ عجیب روح پرور سماں تھا' کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے:

فضا میں لبیک کی صدائیں ز فرش تا عرش گونجتی ہیں
ہر ایک قربان ہو رہا ہے زباں پہ یہ کس کا نام آیا

عرفات: یہاں سے ۹ ذوالحجہ کی فجر پڑھ کر سورج طلوع ہونے کے بعد جانب عرفات

روانہ ہونا ہوتا ہے لیکن معلم کے آدمی رات ہی سے حجاج کرام کو میدانِ عرفات بھیجنا شروع کر دیتے ہیں۔ راقم الحروف نے احباب سے کہا کہ ہم فجر سے قبل کسی صورت نہیں جائیں گے۔ نمازِ فجر یہیں ادا کریں گے۔ چاہے پیدل ہی کیوں نہ جانا پڑے۔ اور پیدل جانے کی فضیلت بھی بہت ہے۔ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے انوار البشارۃ فی مسائل الحج والزیارۃ میں پیدل چلنے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا "ہو سکے تو پیادہ (مکہ مکرمہ سے منیٰ عرفات وغیرہ) جاؤ کہ جب تک مکہ معظمہ پلٹ کر آؤ گے ہر قدم پر سات کروڑ نیکیاں لکھی جائیں گی۔ یہ نیکیاں تخمیناً (یعنی اندازاً) اٹھتر کھرب چالیس ارب آتی ہیں اور اللہ عزوجل کا فضل اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں اس اُمت پر بے شمار ہے۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ۱۰، ص ۷۴۶)

حضرت محدثِ اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد قادری چشتی علیہ الرحمۃ بھی مکۃ المکرمہ سے منیٰ عرفات پیدل ہی تشریف لے گئے تھے۔ اب احباب عذر کرنے لگے کہ قافلے میں خواتین بھی ہیں' لہٰذا شیڈول کی پابندی کرتے ہوئے نماز فجر سے قبل ہی روانہ ہو جائے لیکن الحمد للہ راقم الحروف اور چند دیگر احباب نماز فجر پڑھ کر ہی روانہ ہوئے۔ میدانِ عرفات میں ہماری بس "مطوف جنوب ایشیا" کے علاقے میں مختص کردہ جگہ پر ٹھہری۔ معلمین کے نام اور مکتب نمبر بلند کھمبوں پر جلی حروف میں لکھے ہوئے تھے۔ حد نگاہ تک خیموں کا جہان آباد تھا۔ بڑا ایمان افروز منظر تھا۔ یہاں استغفار اور درود شریف پڑھنے میں مصروف رہے۔ یہاں تک کہ نماز ظہر کا وقت ہو گیا۔ ہم نے نمازِ ظہر باجماعت ادا کی' جس کی امامت مولانا محمد اشفاق نقشبندی نے فرمائی بلکہ اس پورے سفر میں وہی امامت نماز کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ نماز کے بعد کچھ لوگوں نے

بحث شروع کر دی کہ عصر کی نماز پڑھی جائے۔ راقم الحروف نے باآواز بلند یہ کہا کہ ظہر و عصر ملا کر پڑھنے کی کچھ شرائط ہیں جو یہاں مفقود ہیں۔ لہٰذا ہم اپنے وقت میں ہی الگ الگ ظہر اور عصر ادا کریں گے۔ یہ بحث ختم ہوئی تو ایک آواز اور بلند ہوئی کہ نماز قصر ادا کرنی چاہیے۔ آپ حضرات نے مکمل پڑھا دی ہے۔ جواباً راقم نے عرض کیا کہ جو مقیم ہیں وہ مکمل اور جو مسافر ہیں وہ قصر پڑھیں گے۔ لیکن چونکہ ہم لوگ مکۃ المکرمہ میں پندرہ دن سے زائد مدت قیام پذیر رہے۔ لہٰذا اصطلاحِ شریعت میں مقیم ہو گئے اور یہ مسئلہ بدیہی ہے کہ مقیم کی اقتداء میں مسافر بھی مکمل نماز ادا کریں گے۔ نماز سے فراغت کے بعد آج کے دن کا خاص وظیفہ سو مرتبہ چوتھا کلمہ، سو مرتبہ سورۃ اخلاص، سو مرتبہ درود شریف اور دعائے عرفہ پڑھیں۔ احباب نے کھڑے ہو کر جانب قبلہ دعا کی۔ اس وقت کی کیفیت کا بیان لفظوں میں ممکن نہیں۔ آسمان کی جانب نظر کی جاتی تو ایسا لگتا کہ نور کی بارش ہو رہی ہے۔ دعا میں کبھی تو خشیت طاری ہوتی اور کبھی اُمید رحمت ڈھارس بندھاتی۔ وہ واقعہ رہ رہ کر یاد آتا جو امام عبداللہ بن اسعد یافعی علیہ الرحمۃ نے روض الریاحین میں بیان کیا ہے: حضرت ابو عبداللہ جوہری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ ایک سال میں عرفات کے میدان میں تھا، میری ذرا سی آنکھ لگ گئی تو میں نے خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے آسمان سے اُترے، ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ اس سال کتنے آدمیوں نے حج کیا ہے؟ اس نے جواب دیا چھ لاکھ آدمیوں نے مگر ان میں سے قبول صرف چھ آدمیوں کا ہوا ہے۔ یہ بات سن کر مجھے بہت رنج ہوا۔ دل چاہا کہ اپنی حالت پر پھوٹ پھوٹ کر روؤں۔ اتنے میں پہلے فرشتے نے دوسرے سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے ساتھ جن کا حج قبول نہیں ہوا کیا معاملہ کیا؟ دوسرے فرشتے نے کہا کہ رب کریم عزوجل نے کرم فرمایا اور چھ مقبولین کے طفیل چھ لاکھ کا حج قبول فرما لیا ہے اور یہ

اللہ کا فضل ہے اور وہ اپنا فضل جسے چاہے عطا فرمائے' وہ بڑا فضل و کرم والا ہے۔

راقم الحروف بھی بارگاہِ الٰہی میں یہی عرض کرتا رہا کہ ہم تو گنہگار ہیں۔ ہماری طرف نہ دیکھ' ہماری نسبت کہ اُمت مصطفےٰ سے ہیں' محض تیرے فضل و کرم سے سیدنا غوث اعظم کے سلسلہ عالیہ قادریہ میں داخل ہیں کی برکت سے مشائخ کرام کی برکت سے حج مقبول کا شرف نصیب فرما۔ عصر کی نماز اس کے وقت میں ادا کی گئی۔ آج کا دن یعنی یوم عرفہ کس قدر اہم ہے کہ حدیث پاک میں ہے "آج وہ دن ہے کہ جو شخص کان' آنکھ اور زبان کو قابو میں رکھے گا اس کی مغفرت ہے" افسوس کہ عرفات اور منیٰ دونوں مقامات پر مرد و خواتین کے خیمے مشترکہ ہیں۔ لہٰذا بدنگاہی کے مواقع بہت ہیں اور محتاط کیلئے سخت امتحان ہے۔ الحمد للہ ہمارے گروپ کے افراد نے باہمی رضامندی سے خواتین اور مردوں کے خیمے علیحدہ علیحدہ کر لئے لیکن زبان کا کیا کیا جائے باوجود بار بار تنبیہ کرنے کے لوگ خوش گپیاں چھوڑنے کیلئے تیار نہیں ہوتے اور یوم عرفہ کے عظیم دن کا اکثر حصہ فضول گوئی میں بسر کر دیتے ہیں۔ عصر سے قبل ہی اجتماعی دعا کی گئی۔

دن ڈھلنے سے قبل ہی معلم کے آدمی بسوں پر بٹھانے لگے۔ راقم نے ان سے کہا کہ سورج تو غروب ہونے دیں کہنے لگے کہ بسیں سورج غروب ہونے کے بعد ہی چلیں گی۔ آپ سب حضرات بسوں میں بیٹھ جائیں۔ بسوں میں بیٹھ کر ذکر و درود میں مصروف رہے۔ بس مغرب کے بعد تو کجا رات نو بجے چلی۔ تقریباً بارہ بجے شب مزدلفہ پہنچے۔ مزدلفہ کا لفظ ازدلاف سے نکلا ہے۔ جس کا معنیٰ نزدیک ہونا ہے۔ یہ میدان چونکہ منیٰ کے نزدیک ہے اس لئے اسے مزدلفہ کہا جاتا ہے۔ عرفات میں حقوق اللہ میں کوتاہی معاف ہوتی ہے تو مزدلفہ میں حقوق العباد میں کوتاہی کی معافی فرمانے کا وعدہ ہے۔

یہاں مغرب و عشاء یوں ملا کر باجماعت پڑھیں کہ پہلے مغرب کے تین فرض' پھر سلام

پھیر کر عشاء کے چار فرض پھر مغرب کی سنتیں اور عشاء کی سنتیں اور وتر ادا کئے گئے۔ آج کی رات عبادت کی بڑی فضیلت ہے۔ کچھ دیر تک اوراد و وظائف میں مشغولیت کے بعد نیند اور تھکاوٹ نے جب غلبہ کر لیا تو سو گئے کہ سونے کی اجازت ہے، ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی لیکن اللہ کے فضل و کرم سے سردی کا موسم ہونے کے باوجود سردی محسوس نہ ہوئی۔ صبح فجر کی نماز باجماعت پڑھ کر دیر تک کھڑے ہو کر اجتماعی دعا میں مشغول رہے۔ پھر رمی جمرات کیلئے انچاس سے کچھ زائد ہی کنکریاں جمع کر لیں۔ طلوع آفتاب سے چند لمحات قبل جانب منیٰ تلبیہ پڑھتے ہوئے پیدل روانہ ہو گئے۔ اور اپنے مکتب میں پہنچ گئے۔ منیٰ نظر آنے پر پڑھنے کیلئے اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بڑی پیاری دعا تحریر فرمائی ہے:

اللھم ھذہ منی فامنن علی بما مننت بہ علی اولیائك

(الٰہی یہ منیٰ ہے تو مجھ پر وہ احسان کر جو تو نے اپنے اولیاء پر کیا)

تھوڑی دیر ستانے کے بعد رمی کیلئے جانب جمرات روانہ ہوئے۔ آج صرف جمرۃ العقبہ یعنی بڑے شیطان کو کنکریاں مارنی تھیں۔ رش بہت تھا، لیکن تھوڑا سا آگے ہوئے تو قریب ہی وافر جگہ مل گئی۔ نہایت اطمینان کے ساتھ کھڑے ہو کر کنکریاں مار کر سنت ابراہیمی ادا کی۔ واپس آئے تو اب قربان گاہ جانا تھا کہ قربانی کی جائے۔ سبحان اللہ منیٰ وہ میدان ہے جہاں حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے پیارے بیٹے حضرت سیدنا اسماعیل ذبیح اللہ علیہ السلام کی گردن پر چھری رکھ دی تھی۔ یہ الگ بات کہ قربانی منظور فرما کر ان کی جگہ پر جانور قربان کر دیا گیا۔ جب بھی یہ بات ذہن میں آتی اور یہ بھی یاد آتا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام علیہم الرضوان کے مبارک قدم اس سرزمین نے چومے ہیں تو سرور آ جاتا۔ راقم الحروف تھک گیا تھا۔ لہٰذا قربانی کیلئے مولانا حاجی محمد

اشفاق کو رقم سپرد کی۔ گروپ کے دیگر افراد نے بھی انہیں ہی رقم سپرد کر دی اور وہ قربان گاہ جا کر خود اپنے ہاتھوں سے جانور ذبح کر کے آئے البتہ گوشت وصول نہ کیا بلکہ وصولی کے ٹوکن افریقی ممالک کے افراد کو دے دیئے۔ راقم الحروف کے چچا جان نے قربانی کا گوشت وصول کر کے مکۃ المکرمہ میں محفل میلاد کا انعقاد کیا۔ اور قربانی کا گوشت بطور تبرک پیش کیا۔ مولانا حاجی محمد اشفاق حاجیوں کی خدمت سے سرشار تھے' تنہا تین تین حاجیوں کا سامان اُٹھائے رہے یوں اپنے حج کے ساتھ ساتھ حاجیوں کی خدمت پر بھی حج کا ثواب حاصل کیا کہ حاجی کی خدمت پر حج کا ثواب ملنے کی بشارت ہے۔

حلق کروا کر احرام کھول دیا اور غسل کر کے سلے ہوئے کپڑے پہن لئے۔ یہاں منیٰ میں طہارت خانوں اور غسل خانوں میں پانی کا دباؤ بہت زیادہ ہے لہٰذا ٹونٹی کھولنے میں ذرا سی بے احتیاطی ہو جائے تو کپڑے بھیگ جاتے ہیں۔ یاد رہے رمی، قربانی اور طواف زیارۃ کی ترتیب ضروری ہے۔ طواف زیارت قربانی سے پہلے نہیں ہو سکتا۔ جو لوگ بینکوں کو رقم جمع کرواتے ہیں ان کیلئے ترتیب قائم رکھنا دشوار ہو جاتا ہے۔ رات کو طواف زیارت کیلئے روانہ ہوئے جو وقوف عرفات کے بعد حج کا دوسرا بڑا رکن ہے۔ اس کا وقت تو دس سے بارہ ذوالحجہ تک ہے لیکن جتنی جلدی کر لیا جائے اتنا زیادہ ثواب ہے۔ الحمد للہ تقریباً پون گھنٹے میں طواف زیارت سے فراغت پا کر منیٰ واپسی کا عزم کیا۔ جب بسوں کا کرایہ پتہ چلایا تو دو گنا سے بھی زائد۔ خیر ایک بس والے سے معاملہ ہوا کہ چھت پر ۱۵ ریال اور اندر ۳۰ ریال میں اندر بیٹھ گیا جبکہ مولانا محمد اشفاق جو خاصے باہمت ہیں چھت پر بیٹھ گئے۔ ۱۱ ذی الحجہ کو تین شیطانوں کو کنکریاں مارنے کے بعد مسجد خیف کی زیارت کی۔ یہ وہ مسجد ہے جس میں ستر انبیائے کرام علیہم السلام نے نماز ادا فرمائی۔ بڑی وسیع و عریض مسجد ہے لیکن حجاج کرام سے یوں بھری ہوئی تھی کہ قدم

رکھنے کی جگہ بھی نظر نہ آتی تھی۔ خیر کچھ انتظار کے بعد چار پانچ صفوں کے فاصلے کے بعد کچھ جگہ نظر آئی۔ نوافل ادا کر کے ذکر و درود اور دعا میں مشغول رہے۔ اسی مسجد میں اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک صاحب کشف ولی اللہ سے ملاقات ہوئی۔ یہیں پر محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو مغفرت کی بشارت سے سرفراز فرمایا گیا۔ یقیناً اب بھی یہاں پر بڑی تعداد میں اولیائے کرام موجود ہوں گے لیکن ہماری کثیف آنکھوں کو کب نظر آتے ہیں۔

مسجد خیف کی زیارت کے بعد اپنے خیموں کی جانب سفر شروع کیا لیکن حجاج کے ہجوم میں راستہ بھول گئے اور یمنی حجاج کے کیمپ میں پہنچ گئے۔ انہوں نے ہمیں پاس بٹھایا، پانی پلایا، ہماری ٹوٹی پھوٹی عربی کو فصیح عربی قرار دے کر پسند فرمایا پھر راستہ بتایا۔ چنانچہ بتائے گئے راستے سے مدد لیتے ہوئے اپنے خیموں میں پہنچ گئے۔ بعد از مغرب گروپ کے تمام افراد سے نماز اور دعائے قنوت وغیرہ سنی گئی۔ پھر نماز جنازہ کی دعا بھی یاد کرائی گئی۔ حجاج کرام میں جو علمائے کرام ہیں ان سے التماس ہے کہ ان دنوں میں خوب درس و تدریس منیٰ اور عرفات میں جاری رکھیں کہ عوام کو دین سے قریب لانے کا یہ سنہری موقع ہوتا ہے۔ ﴿﴾ اگلے روز زوال ہوتے ساتھ ہی ہم رمی کیلئے جمرات پہنچ گئے۔ حجاج کرام پہلے سے رمی کر رہے تھے کیونکہ سعودی حکومت نے جگہ جگہ اشتہار آویزاں کئے ہوئے ہیں کہ تینوں دن طلوع آفتاب کے بعد رمی جائز ہے جبکہ احناف کے نزدیک ۱۱ اور ۱۲ ذوالحجہ کو زوال سے پہلے رمی درست نہیں۔ رمی جمرات سے بخیر و عافیت فراغت پا کر جانب مکہ معظمہ پیدل ہی روانہ ہو لئے۔ سیاہ بادل چھائے ہوئے تھے۔ دن کو بھی رات کا سماں تھا۔ ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ حج مکمل ہو چکا تھا اس رحمت الٰہی پر شکر ادا کرتے ہوئے اور درود شریف پڑھتے ہوئے اُم القریٰ

کی جانب ہم رواں دواں تھے۔ جنت المعلیٰ شریف پہنچے تو موسلادھار بارش شروع ہو گئی۔ برستی بارش میں حضرت سیدہ خدیجہ الکبریٰ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور مدفونین جنت المعلیٰ کو سلام پیش کیا گیا پھر مسجد الحرام شریف میں حاضر ہو کر نماز ادا کی۔ بارش برس رہی تھی۔ حدیث پاک میں ہے ''جو بارش میں طواف کرے رحمت الٰہی میں تیرتا ہے'' اعلیٰ حضرت محدث بریلوی نے بھی اسی لئے بارش میں طواف کی سعادت پائی تھی۔ اسی طریقے پر عمل کرتے ہوئے راقم نے بھی بارش میں طواف کا شرف پایا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور بار بار یہ سعادت نصیب فرمائے۔ آمین

....

ان کے در سے دُور رہ کر زندگی اچھی نہیں

مدینہ منورہ حاضری جہاں مومن کی معراج ہے، وہاں مدینہ منورہ سے جدا ہونا جدائی کی آگ میں بھڑکنے کے مترادف ہے۔ اسی جانب اشارہ کرتے ہوئے استاذ سخن مولانا محمد حسن رضا بریلوی علیہ الرحمۃ نے کیا خوب کہا ہے:

کون کہتا ہے کہ زینت خلد کی اچھی نہیں
لیکن اے دل فُرقت کوئے نبی اچھی نہیں

مدینہ منورہ چاہے جتنا عرصہ بھی رہنے کی سعادت ملے لیکن عاشقِ رسول کیلئے مدینہ منورہ سے جدائی کا پیغام سوہانِ روح کا درجہ رکھتا ہے۔ اسی لئے عاشقانِ رسول کے امام اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے قافلے کو قیامِ مدینہ کی مدت بڑھانے کیلئے بڑے درد بھرے الفاظ میں یوں فرماتے ہیں:

یَـا قَـافِـلَتِـی زِیْـدِیْ اَجَـلَکْ رحمے برحسرتِ تشنہ لبک

مورا جیرا لرجے درک درک طیبہ سے ابھی نہ سنا جانا

ترجمہ: ''اے میرے قافلے اپنے قیام کی مدت بڑھادے' تشنہ لب کی حسرت پر رحم کر' میرا دل رخصت کے خوف سے دھک دھک کر رہا ہے۔ ابھی طیبہ سے جانے کی خبر نہ سناؤ''۔ لیکن سلسلۂ روز وشب کے نظام کے تحت زائر کو واپس لوٹنا ہی پڑتا ہے۔ بقیہ زندگی مدینہ منورہ کی نورانی راتوں اور سہانی صبحوں کی یادوں میں بسر ہو جاتی ہے۔ امام اہلسنّت الشاہ احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے شہرۂ آفاق کلام میں ان یادوں کو تازہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَاھًـا لسُـوَیْـعَـاتٍ ذَھَـبَـتْ آں عہدِ حضور بارگہت

جب یاد آوت موہے کر نہ پرت دردا وہ مدینے کا جانا

ترجمہ: ''آہ! وہ گھڑیاں گذر گئیں' جن میں بارگاہِ رسالت کی حاضری کا شرف ملا تھا' جب وہ گھڑیاں یاد آتی ہیں تو میں ان کو لوٹا نہیں سکتا۔ ہائے وہ مدینے کا جانا بار بار یاد آتا ہے''۔ امام اہلسنّت محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے پہلی حاضری سے واپسی پر ۱۲۹۶ھ میں ایک الوداعی کلام تحریر کیا تھا' جس میں مدینہ منورہ سے جدائی پرغم والم کی کیفیات کو بیان کیا گیا تھا۔ ان میں سے چند اشعار نذر قارئین ہیں:

خراب حال کیا دل کو پُر ملال کیا

تمہارے کوچہ سے رخصت نے کیا نہال کیا

مدینہ چھوڑ کے ویرانہ ہند کا چھایا

یہ کیسا ہائے حواسوں نے اختلال کیا

تو جس کے واسطے چھوڑ آیا طیبہ سا محبوب
بتا تو سہی اس ستم آراء نے کیا نہال کیا
الٰہی سن لے رضا جیتے جی کہ مولیٰ نے
سگانِ کوچہ میں چہرہ میرا بحال کیا

قابل غور بات یہ ہے کہ امام اہلسنت جیسی عظیم شخصیت جو حاضری اور حضوری کی سعادت سے مشرف تھی، کے دل کی یہ کیفیات ہیں تو ہم جیسے گنہگاروں کے لئے مدینہ منورہ سے جدائی کتنا عظیم صدمہ ہے۔

؎ جب یاد مدینہ آتا ہے دل خوں کے آنسو روتا ہے
بے درد زمانہ کیا جانے اس دید میں کیا کیا ہوتا ہے

راقم الحروف ۱۴۲۵ھ میں پہلی مرتبہ حاضری کی سعادت حاصل کر پایا تھا۔ آٹھ دن مدینہ منورہ میں قیام کیلئے ملے جو یوں لگا کہ پلک جھپکتے ہی گذر گئے۔ آخر وہ دن آ گیا جو رخصت کیلئے مقرر تھا۔ ریاض الجنۃ شریف میں نوافل ادا کئے۔ دیر تک گنبد خضریٰ شریف پر نگاہیں جما کر بیٹھے رہے کہ نہ جانے پھر یہ نظارہ نصیب ہو نہ ہو۔ پھر سرکارِ دو عالم ﷺ اور سیدنا ابوبکر وسیدنا عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں الوداعی سلام پیش کیا۔ سنہری جالیوں پر آخری نگاہ ڈالی۔ باب البقیع شریف سے باہر نکلے، میناروں اور گنبد خضریٰ شریف کی الوداعی زیارت کرتے ہوئے قیام گاہ پر لوٹ آئے۔ یہاں معلم کی بس تیار کھڑی تھی۔ کچھ حضرات نے زیر لب خفگی کا اظہار کیا کہ عشاء کی نماز کب کی ہو چکی آپ اتنی دیر سے آئے۔ راقم نے عرض کی، تسلی رکھئے ابھی گھنٹے دو گھنٹے تک بس نہیں چلے گی۔ ایسا ہی ہوا بس کافی تاخیر سے روانہ ہوئی اور ذوالحلیفہ جا کر رُکی جہاں غسل کر کے احرام باندھا۔ الحمد للہ سرکارِ دو عالم ﷺ کی سنت پاک کے مطابق ذوالحلیفہ سے احرام

باندھنے کی سعادت مل گئی۔ یہ تو ۱۴۲۵ھ کی حاضری کا احوال تھا۔ ۱۴۳۳ھ میں حاضری کے موقع پر بوقت رخصت دل کی حالت عجیب تھی۔ ایک ایسی کیفیت جس کا لفظوں میں بیان ممکن نہیں اور یہ کیفیت روانگی سے چار روز پیشتر ہی طاری ہو گئی تھی۔ آنکھوں سے اشکوں کا سیلاب جاری تھا۔ یہاں تک کہ دوران طعام اگر خیال آتا کہ مدینہ منورہ سے جدائی میں اتنے دن رہ گئے ہیں تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔ اس کیفیت سے کچھ فکر بھی لاحق ہو گئی کہ دوران قیام جب یہ حالت ہے تو بوقت رخصت اور اثنائے سفر کیا کیفیت ہو گی؟ سفر کیسے ممکن ہو پائے گا؟ اسی فکر میں ایک روز بوقت ظہر نورانی چہرہ' سفید داڑھی والے ایک بزرگ جو حضرت امام علی الحق شہید سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے بتائے جاتے تھے۔ وہیل چیئر پر تشریف فرما تھے' سے ملاقات ہوئی۔ ان سے دعا کروائی تو دل کو کچھ قرار ہوا۔ ان بزرگوں کا نام اب ذہن سے محو ہو گیا ہے۔ اللہ انہیں سلامت رکھے۔ اب بار بار لبوں پر اس دعا کی تکرار جاری تھی کہ دوبارہ اس مقدس و مبارک شہر حبیب کی حاضری نصیب ہو جائے۔ مشاورت کے بعد فیصلہ یہ ہوا کہ قیام مدینہ کی آخری رات بجائے سونے کے شب بیداری میں گزاری جائے۔ چنانچہ نمازِ عشاء کی ادائیگی کے بعد بارگاہِ رسالت میں سلام پیش کر کے سرکار ابد قرار' شفیع روزِ شمار صلی اللہ علیہ وسلم کے قدمین شریفین کی جانب کھلے صحن میں بیٹھ کر امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ان اشعار کی تکرار شروع کر دی۔

؎ تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا منہ کیا دیکھیں
کون نظروں پہ چڑھے دیکھ کے تلوا تیرا

تیرے ٹکڑوں پہ پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال
جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا

کبھی نعت شریف، کبھی درود شریف، کبھی دُعا، کبھی التجاء بس یہی سلسلہ شب بھر جاری رہا۔ درمیان میں کچھ دیر کیلئے بقیع شریف حاضری کیلئے چلے گئے۔ دروازہ بند تھا تو مواجہ والی دیوار کی جانب بیٹھ کر فاتحہ خوانی و الوداعی سلام میں مصروف رہے۔ پھر بارِ دگر سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے قدمین شریفین میں حاضر ہو گئے۔ وہ بھی کیا سہانی رات تھی کہ سامنے سبز سبز گنبد کے جلوؤں کی بارات تھی، کبھی نیند غلبہ کرتی، بیٹھے بیٹھے اونگھ آ جاتی، آنکھ کھلتی تو گنبد خضراء شریف اپنے تمام تر جاہ و جلال کے ساتھ بہاریں لٹاتا سامنے نظر آتا۔ خدا بار بار یہ نظارہ نصیب کرے۔ خیر شب تمام ہوئی، صبح طلوع ہوئی، نمازِ فجر و اشراق و چاشت کی ادائیگی کے بعد ناشتہ کیا۔ سامان سمیٹا، پھر الوداعی سلام کیلئے حاضر ہوئے۔ رو رو کر سلام عرض کیا پھر مسجد نبوی شریف کے میناروں، گنبد خضریٰ شریف پر الوداعی نظر ڈالتے ہوئے بس میں آ کر بیٹھ گئے۔ بس نے مختلف عمارتوں سے زائرین کو لینا تھا۔ مدینہ منورہ کی مبارک گلیوں میں گھومتے گھومتے جب کسی ایسے موڑ سے گزرتی کہ سبز گنبد شریف نظر آتا تو درود شریف پڑھنے لگ جاتے اور یونہی محسوس ہوتا جیسے پہلی مرتبہ گنبد خضریٰ شریف دیکھ رہے ہیں۔ گنبد خضریٰ شریف کی جلوہ سامانیاں دیکھ دیکھ کر دل سے یہ دعا نکلتی کہ "اللہ اسے بے ادبوں کی نظر بد سے بچائے اور ہمیں بار بار اس کی زیارت و باادب حاضری نصیب فرمائے"۔ آمین۔

بس ذوالحلیفہ پہنچی، یہاں نماز ظہر ادا کی۔ احرام باندھا اور پھر جانب مکہ چل پڑے۔ عمرہ ادا کیا اور اگلے دن مکۃ المکرمہ میں طواف و عمرہ میں مصروف رہنے کے بعد جدہ شریف سے بذریعہ اتحاد ائیر لائنز لاہور ائیر پورٹ پہنچے۔ ائیر پورٹ پر برادران و احباب نے بڑی خوشی سے استقبال کیا اور مبارک باد دی لیکن انہیں کیا پتا تا۔

مبارک دے رہے ہو تم مجھے حج وزیارت کی
میرا غم بھی تو دیکھو میں مدینہ چھوڑ آیا ہوں

اس کیفیت کو عاشق مدینہ حضرت مولانا حسن رضا خاں نے کتنے محبت بھرے انداز میں یوں بیان کیا ہے:

؎ ان کے در سے دور رہ کر کیا مریں ہم کیا جئیں
ان کے در سے دور رہ کر زندگی اچھی نہیں
ان کے در پہ موت آ جائے تو جی جاؤں حسن
ان کے در پہ موت اچھی زندگی اچھی نہیں

☆☆☆☆☆

حج وعمرہ کا مختصر طریقہ

عمرہ:

احرام یعنی دو چادروں میں سے ایک باندھ لیں اور دوسری یوں اوڑھ لیں کہ سر ننگا رہے۔ خواتین کا احرام ان کا سلا ہوا لباس ہی ہے جو سر کے بالوں کو مکمل طور پر ڈھانپ لے اور کلائیاں بھی ظاہر نہ ہونے دے۔ اب عمرہ کی نیت کر لیں۔ نیت دل کے ارادے کو کہتے ہیں لیکن زبان سے دُہرا لینا مستحب ہے۔

اَللّٰھُمَ اِنِیٓ اُرِیْدُ الْعُمْرَۃَ فَیَسِّرْھَالِیْ وَتَقَبَّلْھَامِنِّیْ وَاَعِنِّیْعَلَیْھَا وَبَارِکْ لِیْ فِیْھَا نَوَیْتُ الْعُمْرَۃَ وَاَحْرَمْتُ بِھَالِلّٰہِ تَعَالٰی.

ترجمہ: اے اللہ میں عمرے کا ارادہ کرتا ہوں میرے لیے اسے آسان فرمادے اسے میری طرف سے قبول فرما اور اسے ادا کرنے میں میری مدد فرما اور اسے میرے لیے بابرکت فرما میں نے عمرے کی نیت کی اور اللہ کی رضا کے لیے اس کا احرام باندھا۔

تلبیہ:

عمرہ کی نیت کرے ساتھ ہی کم از کم ایک مرتبہ لبیک کہنا لازمی اور تین مرتبہ کہنا افضل ہے۔ تلبیہ درج ذیل ہے

لَبَّیْکَ اَللّٰھُم لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ.

ترجمہ: میں حاضر ہوں اے اللہ میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں بے شک تمام خوبیاں اور نعمتیں تیرے لیے ہیں اور تیرا ہی ملک ہے، تیرا کوئی شریک نہیں۔

اُٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے لَبَّیْکَ کا خوب ورد کیجیے۔اب یہی آپ کا وظیفہ ہے۔

فضا میں لبیک کی صدائیں زفرش تاعرش گونجتی ہیں

ہرایک قربان ہورہا ہے زباں پہ یہ کس کا نام آیا۔

احرام میں یہ کام منع ہیں:

احرام کے لفظی معنی ہیں حرام کرنا کیوں کہ احرام باندھنے والے کے لیے بعض حلال باتیں بھی حرام ہو جاتی ہیں اُن میں سے درج ذیل ہیں۔

(۱) مرد کو سلا ہوا لباس پہننا (۲) مرد کا سر ڈھانپنا (۳) مرد کو ایسا جوتا پہننا جو وسطِ قدم یعنی قدم کے بیچ کا ابھار چھپائے (اس لیے بہتر ہے کہ قینچی چپل پہن لیں) (۴) جسم، لباس یا بالوں میں خوشبو لگانا (۵) جماع کرنا یا بوسہ دینا (۶) فحش اور ہر قسم کا گناہ ہمیشہ حرام تھا اب اور سختی سے حرام ہو گیا (۷) دنیوی جھگڑا (۸) ناخن کاٹنا (۹) سر سے پاؤں تک کہیں سے بال اُکھاڑنا یا کاٹنا۔ (مزید تفصیل کے لیے بہارِ شریعت حصہ ۶ ملاحظہ فرمائیں)

خانہ کعبہ شریف پر پہلی نظر:

خانہ کعبہ شریف پر پہلی نظر پڑتے ہی جو دُعا کی جائے قبول ہو جاتی ہے۔

حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ کعبۃ اللہ پر پہلی نظر پڑتے وقت جنت میں بے حساب داخلے کی دُعا مانگی جائے اور دُرود شریف پڑھا جائے۔

فتاویٰ شامی ج ۳ ص ۵۷۵)

طواف:

طواف شروع کرنے سے قبل مرد اضطباع کرلیں یعنی چادر سیدھے ہاتھ کی بغل کے نیچے سے نکال کر اس کے دونوں پلے اُلٹے کندھے پر اس طرح ڈال لیں کہ سیدھا کندھا کھلا رہے۔ اب طواف کی نیت قبلہ رُخ ہو کر یوں کیجیے:۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اُرِیۡدُ طَوَافَ بَیۡتِکَ الۡحَرَامِ فَیَسِّرۡہُ لِیۡ وَتَقَبَّلۡہُ مِنِّیۡ

ترجمہ: اے اللہ میں تیرے محترم گھر کے طواف کا ارادہ کرتا ہوں اسے میرے لیے آسان فرمادے اور میری جانب سے اسے قبول فرما۔

اب حجرِ اسود کی جانب کانوں تک ہاتھ یوں اُٹھایئے کہ ہتھیلیاں حجر اسود کی جانب رہیں اور پڑھیں:

بِسۡمِ اللّٰہِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَاللّٰہُ اَکۡبَرُ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوۡلِ اللّٰہِ۔

ترجمہ: اللہ کے نام سے شروع اور تمام خوبیاں اللہ کے لیے ہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے اور رسول اللہ پر درود وسلام ہوں۔

اب اگر ممکن ہو تو حجر اسود پر دونوں ہتھیلیاں اور اُن کے بیچ میں منہ رکھ کر یوں بوسہ دیں کہ چومنے کی آواز پیدا نہ ہو۔ خیال رہے کہ حجر اسود کو چومنے کے لیے دھکم پیل نہ کریں۔ نہ کسی کے پاؤں پر پاؤں رکھیں۔ اگر آسانی سے بوسہ ممکن نہ ہو تو حجرِ اسود کی جانب ہاتھوں کا اشارہ کر کے اپنے ہاتھوں کو چوم لیں۔

اب خانہ کعبہ کو اپنے بائیں جانب رکھتے ہوئے طواف شروع کردیں۔ مرد ابتدائی تین پھیروں میں رمل کرتے چلیں یعنی جلد جلد چھوٹے قدم رکھتے ہوئے چلیں جیسے طاقتور لوگ چلتے ہیں۔ جہاں رش زیادہ ہو اور لوگوں کو تکلیف پہنچنے کا خدشہ ہو وہاں رمل ترک کردیں اور چلتے رہیں پھر جہاں موقع ملے تو رمل کی سنت ادا

کرلیں طواف کے ہر چکر کی علیحدہ دُعائیں کتابوں میں مذکور ہیں ۔اگر یاد ہوں تو پڑھیں دورانِ طواف پڑھنے کے لیے رُکنا نہیں اگر کسی اور دُعا کی بجائے دُرود شریف ہی پڑھتے رہیں تو سب سے افضل ہے اور ان شاء اللہ درود وسلام کی برکت سے بگڑے ہوئے کام سنور جائیں گے وہ اختیار کرو جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے وعدے سے تمام دعاؤں سے بہتر وافضل ہے یعنی یہاں اور تمام مواقع میں اپنے لیے دُعا کے بدلے میں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف بھیجو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ایسا کرے گا اللہ عزوجل تیرے سب کام بنادے گا اور تیرے گناہ معاف فرمادے گا۔

(ترمذی ج ۴ ص ۲۰۷، فتاوٰی رضویہ ج ۱ ص ۲۷۰)

ہر چکر کے اختتام پر حجر اسود کا استلام کریں۔ یوں سات چکر اور آٹھ استلام ہو جائیں گے۔ اب مقام ابراہیم پر یا جہاں جگہ ملے دو رکعت نمازِ طواف ادا کریں نماز وطواف ودعا سے فارغ ہو کر ملتزم کی حاضری مستحب ہے۔ دروازہ کعبہ اور حجرِ اسود کے درمیانی حصہ کو ملتزم کہتے ہیں۔ ملتزم سے کبھی سینہ لگائیں تو کبھی پیٹ اس پر کبھی دایاں اور کبھی بایاں رخسار رکھیں کبھی دونوں ہاتھ سر سے اونچے کر کے دیوار مقدس پر پھیلائیں یا سیدھا ہاتھ دروازہ کعبہ کی طرف اور اُلٹا ہاتھ حجرِ اسود کی طرف پھیلائیں۔ رو رو کر دعائیں کریں اپنے لیے، گھر والوں کے لیے ساری اُمت کے لیے اپنی زبان میں دُعا کریں۔ یہاں کی ایک مسنون دُعا یہ بھی ہے۔ یَاوَاجِدُ یَامَاجِدُ لَاتُزِلْ عَنِّیْ نِعْمَۃً اَنْعَمْتَ بِھَاعَلَیَّ.

ترجمہ: اے قدرت والے اے عظمت والے تو نے مجھے جو نعمت دی اس کو مجھ سے زائل نہ کر۔

حدیث شریف میں ہے "جب میں چاہتا ہوں جبرائیل علیہ السلام کو دیکھتا ہوں کہ ملتزم سے لپٹے ہوئے (مندرجہ بالا) دُعا کر رہے ہیں (بہار شریعت حصہ ٦) یاد رہے نماز طواف کے بعد ملتزم کے پاس آنا اس طواف میں ہے جس کے بعد سعی ہے۔ یعنی نفلی طواف میں نمازِ طواف سے پہلے ملتزم سے لپٹے۔

آبِ زم زم:

اب آبِ زم زم خوب پیٹ بھر کر نوش جاں کریں۔ یاد رہے کہ مسجد میں پیتے ہوئے اعتکاف کی نیت ہونا ضروری ہے۔ قبلہ رو کھڑے ہو کر بِسْمِ اللّٰہِ پڑھ کر تین سانسوں میں پیئیں اور آخر میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ پڑھیں پیتے وقت دُعا کریں کہ حدیث شریف کے مطابق آبِ زم زم پیتے وقت دُعا قبول ہوتی ہے۔

سعی:

اب سعی کے لیے صفا پر آئیں اور قبلہ رُخ ہو کر دُعا مانگیں۔ پھر سعی کی نیت سے یہ دُعا پڑھ لیں۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ السَّعْیَ بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَۃَ سَبْعَۃَ اَشْوَاطٍ لِوَجْھِکَ الْکَرِیْمِ فَیَسِّرْہُ لِیْ وَتَقَبَّلْہُ مِنِّیْ

ترجمہ: اے اللہ میں تیری رضا کی خاطر سعی کے سات پھیرے کرنے کا ارادہ کر رہا ہوں پس اسے میرے لیے آسان فرما دے اور میری طرف سے قبول فرما۔

صفا سے اب ذکر و درود میں مشغول جانب مروہ چلیں جب پہلا سبز میل آئے تو مرد دوڑنا شروع کریں۔ خواتین نہ دوڑیں۔ جب دوسرا سبز میل آئے تو درمیانہ چال سے جانب مروہ چلیں۔ مروہ پر پہنچ کر زیادہ آگے نہ جائیں بلکہ واپس

صفا کی جانب چلیں ۔ ساتواں چکر مروہ پر مکمل ہوگا۔اب مرد حلق یا تقصیر کروائیں ۔مگر حلق کروانے کا زیادہ ثواب ہے حلق سے مراد سر منڈوانا جبکہ تقصیر سے مراد چوتھائی سر کے بال ایک پورے کے برابر کٹوا دینا ہے۔جبکہ خواتین اپنی چھیا انگلی کے گرد لپیٹ کرخود ہی کاٹ دیں یا محرم مرد سے کٹوالیں لیکن یہ احتیاط لازمی ہے کہ کم از کم چوتھائی سر کے بال ایک پورے کے برابر کٹ جائیں۔

حج کا طریقہ:

۸ ذوالحجہ کو احرام باندھ لیں ۔اگر چہ معلم اپنے حاجیوں کو سات ذوالحجہ کو ہی جانب منیٰ لے چلتے ہیں ۔حج کا احرام اپنی رہائش گاہ سے بھی باندھ سکتے ہیں مسجد الحرام سے حج کی نیت کریں تو زیادہ ثواب ہے۔اب اس طرح حج کی نیت کریں۔

اَللّٰھُمَ اِنِّیۡ اُرِیۡدُ الۡحَجَّ فَیَسِّرۡہُ لِیۡ وَتَقَبَّلۡہُ مِنِّیۡ وَاَعِنِّیۡ عَلَیۡہِ وَبَارِکۡ لِیۡ فِیۡہِ نَوَیۡتُ الۡحَجَّ وَاَحۡرَمۡتُ بِہٖ لِلّٰہِ تَعَالٰی

ترجمہ:اے اللہ میں حج کا ارادہ کرتا ہوں تو میرے لیے اسے آسان کر اور مجھ سے قبول فرما اور اس میں میری مدد کر اور میرے لیے اس میں برکت دے نیت کی میں نے حج کی اور اللہ کے لیے اس کا احرام باندھا۔

۸ ذوالحجہ کی ظہر سے لے کر نویں ذوالحجہ کی فجر تک پانچ نمازیں منیٰ میں ادا کرنا ہیں ۔کہ یہ سنت موکدہ ہے۔معلم کے آدمی فجر سے قبل ہی لے جانا شروع کر دیتے ہیں۔معلم سے بات کر کے طلوع آفتاب کے بعد روانہ ہوں تا کہ سنت موکدہ بخوبی ادا ہو جائے۔

وقوف عرفات:

وقوف عرفات حج کا رکن اعظم ہے جو نو (۹) ذوالحجہ کو میدان عرفات میں ادا کیا جاتا ہے۔ تلبیہ پکارتے ہوئے میدان عرفات پہنچیں۔ یقین فرمائیں یہ وہ جگہ ہے۔ جہاں سے کوئی محروم نہیں لوٹتا۔ وقوف کے لیے کھڑا رہنا افضل ہے شرط یا واجب نہیں۔ بیٹھا رہا جب بھی وقوف ہو گیا۔ مسنون دعائیں اگر یاد ہوں تو پڑھیں وگرنہ اپنی زبان میں ہی دُعائیں کریں۔ کہ دُعاؤں کی قبولیت کا دن ہے۔

حضرت صدر الشریعہ مولانا محمد امجد علی اعظمی، بہار شریعت حصہ ۶ میں کچھ دعائیں تحریر فرمانے کے بعد لکھتے ہیں "اس مقام پر پڑھنے کی دُعائیں کتابوں میں مذکور ہیں مگر اتنی میں ہی کفایت ہے اور درود شریف و تلاوت قرآن مجید سب دعاؤں سے زیادہ مفید ہے" نماز ظہر و عصر یہاں ملا کر پڑھنے کا حکم ہے لیکن اس کی شرائط مفقود ہونے کی وجہ سے ظہر اور عصر اس کے وقت میں ادا کریں۔ آج کے دن آنکھ، کان اور زبان کی سخت نگہداشت چاہیے۔ ایک شخص نے عرفہ کے دن عورتوں کی طرف نظر کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج وہ دن ہے کہ جو شخص کان، آنکھ اور زبان کو قابو میں رکھے اس کی مغفرت ہو جائے گی۔

غروبِ آفتاب تک دُعاؤں میں مشغول رہیں کہ غروبِ آفتاب سے پہلے میدان عرفات سے نکلنا حرام ہے۔

مزدلفہ روانگی:

غروبِ آفتاب کا یقین ہو جانے کے بعد مزدلفہ روانہ ہو جایئے ذکر و درود شریف اور لبیک پکارنے سے غافل نہ ہوں۔ مزدلفہ پہنچ کر مغرب و عشاء یوں ملا کر

ادا کریں کہ پہلے مغرب کے فرض پھر عشاء کے فرض پھر مغرب کی سنتیں پھر عشاء کی سنتیں اور وتر و نوافل ادا کریں۔ آج کی شب بعض اکابر علماء کے نزدیک شب قدر سے بھی افضل ہے (بہار شریعت) اگر طبیعت اجازت دے اور تھکاوٹ کا غلبہ نہ ہو تو ذکر و درود و سلام اور تلبیہ و دعا میں رات گذاریئے۔ یہاں رات گذارنا سنت موکدہ اور وقوف واجب ہے۔ وقوف مزدلفہ کا وقت صبح صادق سے لے کر طلوعِ آفتاب تک ہے۔ اس کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ جس نے فجر کی نماز یہاں ادا کر لی اس کا وقوف ہو گیا۔ کوہ مشعر الحرام پر اگر جگہ نہ ملے تو اس کے دامن میں یا جہاں بھی مزدلفہ میں جگہ ملے وقوف کیجیے۔ عرفات شریف میں اگر حقوق اللہ معاف ہوئے تھے تو یہاں حقوق العباد معاف فرمانے کا وعدہ ہے۔ رات ہی کو رمی جمرات کے لیے انچاس یا کچھ زیادہ ہی کنکریاں چُن لیجیے۔

رمی جمرات:

طلوعِ آفتاب کے بعد منیٰ چلیے۔ منیٰ نظر آنے پر یہ بابرکت دُعا پڑھیے۔

اَللّٰھُمَّ ھٰذِہٖ مِنًی فَامْنُنْ عَلَیَّ بِمَامَنَنْتَ بِہٖ عَلٰی اَوْلِیَآءِکَ۔

ترجمہ: اے اللہ یہ منیٰ ہے مجھ پر وہ احسان فرما جو تو نے اپنے اولیاء پر فرمایا۔

منیٰ پہنچ کر سیدھے جمرۃ العقبیٰ یعنی بڑے شیطان کو کنکریاں ماریں کہ آج صرف اسی کو کنکریاں ماری جائیں گی۔ سات کنکریاں اپنے اُلٹے ہاتھ میں رکھ لیں بلکہ دو تین زائد لے لیں کہ اگر کوئی راستے میں گر گئی تو دوسری کام آجائے گی۔ اب سیدھے ہاتھ کی چٹکی میں لے کر بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَر کہتے ہوئے ایک ایک کر کے سات کنکریاں اس طرح ماریں کہ تمام کنکریاں جمرے تک پہنچیں۔ پہلی کنکری مارتے ہی لبیک کہنا روک دیں اب تکبیرات اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَر۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہ

اکبر. اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ کہتے رہیں۔ قیام منیٰ میں یہی وظیفہ جاری رکھیں۔ اگر کسی مریض نے کنکریاں مارنے کی وصیت کی ہے تو اپنی کنکریاں مارنے کے بعد اس کی کنکریاں ماریں گیارہ اور بارہ ذوالحجہ کو تینوں شیطانوں کو اسی طرح کنکریاں ماری جائیں گی۔ لیکن وہ زوال کے بعد مارنا ہوں گی۔ کاش شیطانوں کو کنکریاں مارتے ہوئے شیطان اور اس کے کاموں سے حقیقی نفرت کا جذبہ مستحکم ہو جائے۔

قربانی:

دس ذوالحجہ کو بڑے شیطان کو کنکریاں مارنے کے بعد قربان گاہ تشریف لے چلیں اور قربانی ادا کریں۔ یاد رہے یہ وہ قربانی نہیں جو عیدالاضحیٰ کو ہوتی ہے بلکہ یہ حج قران اور تمتع کرنے والے پر حج کے شکرانے میں واجب ہے۔ آج کل بہت سارے حاجی صاحبان بینک سے رقم جمع کروا کے ٹوکن لے لیتے ہیں بینک والے قربانی کا وقت بھی بتا دیتے ہیں۔ لیکن اس کی کیا گارنٹی ہے کہ واقعی اسی وقت قربانی ہوئی ہے۔

حج تمتع اور قران کرنے والے کے لیے ترتیب واجب ہے کہ پہلے رمی کرے پھر قربانی پھر حلق۔ اگر ترتیب کے خلاف کیا تو دم واجب ہو جائے گا یعنی ایک بکرا قربان کرنا ہوگا۔ الہٰذا بہتر یہی ہے کہ خود یا اپنا نمائندہ قربان گاہ بھیج کر اپنی نگرانی میں قربانی کا اہتمام کریں۔

حلق یا تقصیر:

قربانی سے فارغ ہو کر حلق یعنی سر منڈائیں یا تقصیر کریں جس کا طریقہ گذشتہ صفحات میں بیان ہو چکا ہے۔ لیکن سر منڈوانے کی فضیلت زیادہ ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ بال مونڈوانے میں ہر بال کے بدلے میں ایک نیکی ہے

اور ایک گناہ مٹادیا جاتا ہے۔(الترغیب والترہیب)

طوافِ زیارت:

طواف زیارت حج کا دوسرا رکن ہے جس کا وقت (۱۰) دس ذوالحجہ سے لے کر (۱۲) بارہ ذوالحجہ کے غروبِ آفتاب تک ہے۔البتہ دس ذوالحجہ کو ثواب زیادہ ہے۔ اگر طواف زیارت نہ کیا تو بیوی حلال نہ ہوگی چاہے برسوں گذر جائیں (عالمگیری) اسی طرح اگر بیوی نے نہ کیا تو اس کے لیے شوہر حلال نہ ہوگا۔اگر کوئی طواف زیارت (۱۰) یا گیارہ (۱۱) ذوالحجہ کو کرے تو اسے منیٰ واپس جا کر قیام کرنا ہوگا۔مکہ میں نہیں رہ سکتا۔الحمدللہ حج کے مناسک مکمل ہو گئے اور حاجی گناہوں سے پاک وصاف ہو گئے اب بقیہ زندگی نماز ،روزہ اورزکوٰۃ کی پابندی کریں ،سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنائیں ۔داڑھی منڈوانے یا ایک مٹھی سے گھٹانے سے اجتناب کریں ۔فلموں اور گانوں سے دور رہیں ۔حرام کمانے اور ماں باپ کا دل دُکھانے سے بچیں ۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو تا زندگی شریعت وسنت پر کاربند رکھے اور بار بار حج بیت اللہ شریف اور بار بار مدینہ منورہ کی باادب حاضری نصیب فرمائے (آمین ثم آمین)

(نوٹ) مزید تفصیل کے لیے فتاویٰ رضویہ شریف اور بہار شریعت حصہ ٦ ملاحظہ فرمائیں کوئی مسئلہ سمجھ نہ آئے تو علمائے اہلسنت سے رجوع فرمائیں۔

حدائق بخشش
امام اہلسنت الشاہ احمد رضا خان قادری قدس سرہ
مسلم کتابوی لاہور

مزارات پر گنبد بنانے کے بارے
میں اکابر علماءِ اہلسنّت کی
تحقیقات

مزارات پر گنبد

امام المفسرین حضرت علامہ سید دیدار علی شاہ الوری
صدر الافاضل حضرت علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی
مفتی اعظم حضرت علامہ ابو البرکات سید احمد قادری
حضرت سید ابو الفیض قلندر علی سہروردی

مسلم کتابوی لاہور

ساٹھ ۶۰ آیاتِ کریمہ اور تین سو ۳۰۰ احادیثِ مطہرہ سے مزین و منور و معطر ہے

الامن والعلیٰ

لناعتی المصطفیٰ بدافع البلاء ۱۳۱۱ھ

تصنیف

مجددِ دین و ملت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ

دار الرضا لاہور

Dar-Ul-Raza

لَبَّیْکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ ۝ لَبَّیْکَ ۝ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ ۝
اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ ۝ لَا شَرِیْکَ لَکَ ۝

حج و عمرہ بااَدب

فضائل آداب اور مسائل

مُسلم کتابوی لاہور